نگارستانِ فارسی

NIGARISTAN-i-FARSI

برائے جماعت دوازدہم

(بارہویں جماعت کے لئے)

For Class XII th

بورڈ آف سیکنڈری ایجوکیشن راجستھان، اجمیر

Board of Secondary Education

Rajasthan, Ajmer

UNIT - I

تاریخ ادبیاتِ فارسی

(انڈو پرشین)

Unit-I

سوانح امیر خسروؒ

امیر خسروؒ ۶۵۱ ھ میں پٹیالی (ضلع ایٹہ) میں پیدا ہوئے۔ان کے والد کا نام سیف الدین تھا جو چنگیزی حملوں کی وجہ سے ترک وطن کر کے ہندوستان آ گئے تھے۔خسروؒ نے ہوش سنبھالا تو ابتدائی تعلیم کی ابتداء ہوئی مگر وہ سبق پڑھتے پڑھتے شعر بھی کہنے لگے۔عربی وفارسی میں مہارت حاصل کی اور عروس سخن کے اسیر ہو گئے۔شعروشاعری کا چرچہ ہر طرف ہونے لگا۔یہ بلبن کا زمانہ تھا۔ایک دن بلبن کے بیٹے (بغرا خاں) کے دربار میں امیر خسروؒ نے اپنے اشعار پڑھے،شہزادہ نے خوش ہو کر ایک لگن بھر کر روپئے عطا کئے۔ان کی شاعری کا شہرہ ایسا ہوا کہ دربار کے خاص شعراء میں شامل ہو گئے۔امیر خسروؒ کے ایک قریبی دوست حسن دہلوی بھی اسی دربار سے منسلک تھے۔دونوں ہی بادشاہ کے ساتھ جنگ میں بھی شامل ہوتے تھے۔ایک مرتبہ بادشاہ مارا گیا تو یہ دونوں دشمنوں کی قید میں چلے گئے۔دو سال کے بعد رہائی ملی۔

امیر خسروؒ نے بلبن کے بعد کئی بادشاہوں کا دور دیکھا۔خلجی حکمرانوں نے دہلی پر حکومت کی اور اس کے بعد تغلقوں نے دہلی پر اپنا پرچم لہرایا۔انہوں نے تمام بادشاہوں کا

دور دیکھا اور وہ ان سے وابستہ بھی رہے اور حکومتوں کے اُتار چڑھاؤ سے ان کا واسطہ رہا۔ اس کا سبب یہ تھا کہ وہ دربار سے جڑے ہوئے تھے۔امیر خسروؒ کو محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ سے بڑی عقیدت تھی۔ جب انہوں نے حضرت نظام الدین اولیاء کے وصال کی خبر سنی تو بیقرار ہوگئے۔ گریہ وزاری اور نالہ وشیون کرتے ہوئے وہ بنگالہ سے دہلی آ گئے۔ اپنے پیر و مرشد محبوب الٰہی کے مزار پر سیاہ کپڑے پہن کر مجاوری کرنے لگے اور تقریباً چھ مہینے کے بعد ۷۲۵ھ میں ان کی وفات ہوگئی اور پیر و مرشد کے قریب ہی دفن ہوئے۔

ہندوستان میں امیر خسروؒ سے بڑا کوئی شاعر پیدا نہیں ہوا۔غزل، مثنوی، رباعی، مرثیہ،قصیدہ، وغیرہ سبھی اصناف سخن میں اپنی قادرالکلامی کے جوہر دکھلائے۔خسروؒ اگر چہ درباروں سے وابستہ رہے لیکن ان کی شاعری میں تصوف کی چاشنی ملتی ہے۔مثنوی،غزل، قصیدہ، وغیرہ میں ان کے ہاں تہ دار پہلو ملتے ہیں۔ مثنوی میں اگر صوفیانہ باتیں ہیں تو جنگ و جدل کا بھی ذکر ہے۔غزل میں عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں ہی رنگ ہیں۔ قصیدہ میں بادشاہوں کی تعریفیں تو کیں مگر ان کے سامنے دست طلب دراز نہیں کیا۔وہ کہیں نہ کہیں سے صوفیانہ پہلو بھی نکال لیتے ہیں۔ مرثیہ میں اس قدر درد بھر دیتے ہیں کہ سننے والے پر زبردست اثر ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ دو سال کی قید میں لکھا گیا مرثیہ جب بلبن کے سامنے خسروؒ نے سنایا، جس کو سن کر بلبن اس قدر رویا کہ اس کو بخار آ گیا اور اسی بخار نے

بلبن کو قبر تک پہنچادیا۔ مختصر یہ کہ امیر خسرؒو فن شاعری کے ان ماہرین کی صف اول میں شمار کئے جاتے ہیں جنہوں نے عربی فارسی شاعری کو اعجاز و ایجاز عطا کیا۔

تصانیف امیر خسرؒو

دیوان جو پانچ حصّوں پر مشتمل ہے ۔(۱) تحفۃ الصغر (۱۹ سال کی عمر تک کی شاعری) (۲) وسط الحیات (۲۰ سے ۳۰ سال کی شاعری) (۳) غرۃ الکمال (۳۰ سے ۴۰ سال کی شاعری) (۴) بقیہ نقیہ (بڑھاپے کی شاعری) (۵) نہایۃ الکمال (اس میں زندگی کے آخری دور کی شاعری ہے)۔

امیر خسرؒو نے خمسۂ نظامی (نظاؔمی گنجوی کی پانچ مثنویاں) کے جواب میں پانچ مثنویاں بھی لکھی ہیں۔

(۱) مطلع الانوار ۔ نظاؔمی کے 'مخزن الاسرار' کے جواب میں لکھی۔
(۲) شیرین و خسرو۔ نظاؔمی کے 'خسرو شیرین' کے جواب میں لکھی۔
(۳) مجنوں و لیلیٰ۔ نظاؔمی کے 'لیلیٰ مجنوں' کے جواب میں لکھی۔
(۴) آئینۂ سکندری۔ نظاؔمی کے 'سکندر نامہ' کے جواب میں لکھی۔
(۵) ہشت بہشت۔ نظاؔمی کے 'ہفت پیکر' کے جواب میں لکھی۔

ان کے علاوہ امیر خسرؒو کی اور بھی تصانیف ہیں۔ ''قران السعدین''، ''نہ سپہر''، ''مفتاح الفتوح'' یہ کتابیں ہندوستان کے بادشاہوں کے حالات زندگی اور ان کے

اوصاف پر لکھی گئی ہیں لیکن ان کتابوں کی تاریخی اہمیت بھی بہت ہے۔

''تغلق نامہ''، ''افضل الفوائد''، '' اعجاز خسروی''، ''مناقب ہند''، '' تاریخ دہلی''، بھی خسروؔ کی تصانیف ہیں۔

امیر خسروؔ ''سبک ہندی'' کے بانی ہیں۔ انہوں نے ہندوستان میں فارسی ادب میں ہندی طرز کو شامل کیا۔ ہندی الفاظ کو فارسی میں جگہ دی۔ امیر خسروؔ اگر چہ مثنویوں کے سبب جانے جاتے ہیں مگر ان کی غزلوں نے ہندوستان و ایران کے شاعروں کے دلوں کو چھو لیا ہے۔

امیر خسروؔ نے اپنی غزلوں میں عشق حقیقی اور عشق مجازی دونوں کا استعمال کیا ہے۔ ان کی غزلیں اتنی مشہور و معروف ہیں کہ قوالی اور غزل سرائی کی جان سمجھی جاتی ہیں۔ آج بھی ان کا صوفیانہ کلام روحانی محفلوں میں ذوق و شوق سے پڑھا اور سنا جاتا ہے۔ ان کا یہ شعر عشق حقیقی کی زندہ مثال ہے ؂

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی
تا کس نگوید بعد ازین من دیگرم تو دیگری

☆

مشق :

امیر خسروؒ کی تصانیف کے نام لکھ کر مشق کریں۔

سوالات :

سوال۔۱ امیر خسروؒ کی سوانح حیات مختصر بیان کریں؟

سوال۔۲ امیر خسروؒ کہاں پیدا ہوئے تھے؟

سوال۔۳ امیر خسروؒ کا تعلق کتنے بادشاہوں سے تھا؟

سوال۔۴ امیر خسروؒ کس کے مرید تھے؟

سوال۔۵ امیر خسروؒ کا انتقال کب ہوا؟

☆☆☆

Unit - I

(ii) ابوالفیض فیضیؔ

ابوالفیض فیضیؔ ایک جید عالم اور باکمال شاعر تھا۔اس کی پیدائش ۹۵۴ھ مطابق ۱۵۴۷ء میں آگرہ میں ہوئی والد کا نام شیخ مبارک ناگوری تھا فیضی نے ابتدائی اورانتہائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی اس کے علاوہ اس نے خواجہ حسین ہروی وغیرہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا اس کو مختلف علوم میں یدطولیٰ حاصل تھا وہ شاعر باکمال اور صاحب طرز ادیب تھا وہ علم تفسیر کا ماہر اور فلسفہ وتصوف سے آشنا تھا شیخ نے بڑی جدوجہد کے بعد ۱۵۸۸ء میں مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے دربار میں راہ پائی عروض وقافیہ،تاریخ،لغت، طب اور معما گوئی میں وہ یگانۂ روزگار تھا۔اپنی ذہنی فراست اورطلاقت لسانی سے بہت جلد اکبر کا محبوب اور منظور نظر بن گیا اکبر نے اس کو دانیال شہزادہ کا اتالیق مقرر کیا اورغزالی مشہدی کے بعدوہ اکبر کے دربار کا''ملک الشعراء'' بنا۔اکبر نے اس پر بے پناہ عنایتیں کیں جس سے اس کے اقبال کا آفتاب دن بدن بلند ہوتا گیا۔ وہ اکبر کے ان نومخصوص درباریوں سے میں تھا جن کو نورتن کے نام سے جانا جاتا ہے،اکبر کے دربار میں باریاب ہونے کے بعد فیضیؔ سفر وحضر میں اکبر کا ہم نشین رہا اور اکبر کی شان میں قصیدہ سرائی کرتا رہا،

فیضی کے سارے کمالات اکبر کی سرپرستی کی وجہ سے ظاہر ہوتے رہے اگر اس کو اکبر کی سرپرستی حاصل نہ ہوتی تو شاید اس کی ساری خوبیاں تحت الشعور میں دبی رہتیں اس لیے وہ اکبر کو بہت محبوب رکھتا تھا اور اپنی عقیدت و محبت میں اس کے وقار کو شاعری کے زور سے بڑھانے میں فرحت ولذت محسوس کرتا تھا۔

فیضی کی شاعری فطری تھی وہ فطرتاً شاعر ہی پیدا ہوا تھا اگر چہ اس کے خاندان کی فضا میں شاعری کی بادِ نسیم نہیں تھی لیکن قدرت نے اس کی طبیعت کو شاعری سے ہم آہنگ بنایا تھا بچپن سے ہی وہ شاعری کرتا تھا عربی کا خاص ذوق ہونے کی بناء پر ابتداء میں طبیعت مشکل پسندی کی طرف مائل تھی مگر مرورِ زمانہ کے ساتھ فن میں نکھار پیدا ہوتا گیا۔

فیضی نے قصیدہ، غزل اور مثنوی تینوں اصناف میں طبع آزمائی کی، اور استاذِ فن کی مسند پر متمکن ہوا، اس کی شاعری نے نہ صرف ہندوستان میں مقبولیت حاصل کی بلکہ اہل ایران بھی اس کی شاعری کے معترف رہے۔

فیضی نے نظامی کی طرز پر پانچ مثنویاں لکھیں۔ نظامی کی مخزن الاسرار کے مقابلہ میں مرکز ادوار خسرؔو شیریں کے طرز پر ''سلیمان بلقیس'' اور ''لیلیٰ و مجنون'' کی تقلید میں ''نل و دمن'' مرتب کی جو ہندوستان کی سرزمین کا ایک قصّہ ہے۔ ''ہفت پیکر'' کے طرز پر ''ہفت کشور''، قلم بند کی اور ''سکندر نامہ'' کی طرح پر ''اکبر نامہ'' لکھنے کا ارادہ کیا مگر بدقسمتی سے فیضی صرف ''نل و دمن'' کو مکمل کر سکا۔ مرکز ادوار بھی نامکمل رہی۔ اسی عرصہ میں فیضی اس

جہاں سے رخصت ہو گیا اس کے انتقال کے بعد اس کے بھائی ابوالفضل نے اس کو مکمل کیا اور باقی کوئی مثنوی مکمل نہ ہو سکی۔ فیضیؔ کے اشعار کی تعداد پچاس ہزار تک پہنچتی ہے۔ ان اشعار کی خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں۔

فیضیؔ کے کلام کی سب سے بڑی خوبی جوش بیان ہے جس کا وہ موجد بھی ہے اور خاتم بھی، جوش بیان خواجہ حافظؔ میں بھی ہے اور وہ اعلیٰ درجہ پر ہے لیکن رندانہ مضامین اور دنیا کی بے ثباتی فیضیؔ کے ساتھ مخصوص ہے۔ فیضیؔ کے ہاں فخریہ، عشقیہ اور فلسفیانہ ہر قسم کے مضامین میں جوش پایا جاتا ہے۔ جوش بیان میں اس کے ذاتی حالات کا خاص اثر ہے جو کسی اور کو نصیب نہیں ہو سکتا۔

فیضیؔ کی ممتاز خصوصیات شاعری میں استعارات کی شوخی اور تشبیہات کی ندرت ہے۔ اکبری دور کے شعراء میں یہ خصوصیت عام ہے لیکن نوعیؔ شیرازی اور فیضیؔ اس وصف میں اپنے معاصرین سے ممتاز ہیں اور فیضیؔ ممتاز تر ہے۔

فیضیؔ نے اپنی شاعری میں اکثر فلسفیانہ مضامین باندھے ہیں جس میں ادعائیت اور غرور کی بھی جھلک ملتی ہے جیسے غزل میں عام شعراء کا قاعدہ ہے کہ کوئی قدیم طرح سامنے رکھ لیتے ہیں پھر ایک ایک قافیہ پر نظر ڈالتے ہیں اور جو قافیہ جس انداز سے بندھ سکتا ہے باندھے جاتے ہیں۔ رفتہ رفتہ غزل پوری ہو جاتی ہے، یہ بہت کم ہوتا ہے کہ پہلے کوئی مسلسل یا مفرد خیال دل میں آئے اس کو شعر میں ادا کریں پھر غزل پوری کرنے کے لئے

اوراشعار بھی لکھتے جائیں لیکن فیضؔی کی اکثر غزلوں میں صاف نظر آتا ہے کہ کسی واقعہ کے اثر سے کوئی خیال دل میں آتا ہے اوراسی خیال کو وہ شاعری میں ادا کر دیتا ہے۔

فیضؔی بے شمار کتابوں کا مصنف ہے۔ ''مآثر الامراء'' کے مؤلف کا بیان ہے کہ اس نے ایک سو ایک کتابیں لکھیں۔ اس کی تصانیف میں ہم پانچ مثنویوں کا ذکر پہلے کر چکے ہیں اس کے علاوہ اس نے ایک غیر منقوط تفسیر ''سواطع الالہام'' لکھی اوراس تفسیر سے قبل تمرین کے طور پر موارد الکلم تحریر کی اس نے طباشیر الصبح کے نام سے اپنا دیوان مرتب کیا جس میں ۹ ہزار اشعار تھے اس کے خطوط کا ایک مجموعہ بھی تیار کیا گیا تھا جس کا نام ''لطیفۂ فیضی'' ہے اس وقت تک خطوط اور مراسلات سے بیان واقع کے بجائے زیادہ تر اظہار انشا پردازی مقصود ہوتا تھا۔ فیضؔی پہلا شخص ہے جس نے سادہ نگاری کی ابتدا کی مزید برآن اس نے اپنی علم کی ضیا بکھیرتے ہوئے ''مہابھارت'' اور ''اتھروویدٗ'' کے ترجمہ میں مترجمین کی مدد کی علاوہ ازیں ''لیلاوتی'' کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا۔ جس سے فیضؔی کا سنسکرت پر عبور ظاہر ہوتا ہے۔ الغرض فیضؔی ہشت گانہ صفات کا مالک تھا۔ وہ نثر وشعر دونوں میدان کا شہسوار ہے۔ وہ عربی فارسی اور سنسکرت پر یدطولیٰ رکھتا تھا اور بے شمار علوم کا بحر زخار تھا۔ فیضؔی نے اپنی ذات کے بارے میں سچ ہی کہا ہے۔

امروز نہ شاعرم حکیم
دانندۂ حادث و قدیم

☆

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

سلیمان	بلقیس	غزالی	فیضی
سواطع الالہام	نل دمن	اتھروید	امروز

سوالات :

سوال۔۱ فیضیؔ کہاں پیدا ہوئے؟

سوال۔۲ فیضیؔ کا انتقال کب ہوا؟

سوال۔۳ فیضیؔ کی مختصر سوانح لکھئے؟

سوال۔۴ فیضیؔ کے والد کا نام لکھئے؟

سوال۔۵ فیضیؔ کس کے دربار کا ملک الشعراء تھا؟

☆☆☆

Unit - I (iii)

علامہ اقبالؔ

ڈاکٹر سر محمد اقبالؔ بیسویں صدی کے ایک معروف شاعر، مصنف، قانون دان، سیاستداں اور عظیم مفکر تھے، علامہ اقبال ۹ر نومبر ۱۸۷۷ء کو برطانوی ہندوستان کے شہر سیالکوٹ میں شیخ نور محمد کے گھر پیدا ہوئے۔ اقبال کے آباء واجداد قبول اسلام کے بعد اٹھارویں صدی کے آخر یا انیسویں صدی کے اوائل میں کشمیر سے ہجرت کر کے سیالکوٹ آئے اور محلّہ کھیتیاں میں آباد ہوئے اور یہیں علامہ اقبال کی پیدائش ہوئی، علامہ نے ابتدائی تعلیم سیالکوٹ میں حاصل کی اور مشن ہائی اسکول سے میٹرک اور سیالکوٹ سے ایف اے کا امتحان پاس کیا، زمانۂ طالب علمی میں انہیں میر حسؔن جیسے استاد ملے جنہوں نے ان کی صلاحیتوں کو بھانپ لیا اور ان کی صحیح رہنمائی کی، شعر و شاعری کے شوق کو فروغ دینے میں مولوی میر حسن کا بڑا دخل تھا۔ ایف اے کرنے کے بعد وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے لاہور چلے گئے اور گورنمنٹ کالج لاہور سے بی اے اور ایم اے کے امتحانات پاس کیے۔ یہاں ان کو پروفیسر آرنلڈؔ جیسے فاضل اور شفیق استاد مل گئے ۱۹۰۵ء میں علامہ اقبالؔ تعلیم کے لئے انگلستان چلے گئے اور کیمبرج یونیورسٹی میں داخلہ لے لیا اور پروفیسر براؤن جیسے فاضل اساتذہ سے رہنمائی حاصل کی۔ بعد میں وہ جرمنی چلے گئے جہاں میونخ یونیورسٹی سے فلسفہ

میں پی.ایچ.ڈی.کی ڈگری حاصل کی۔

ابتداء میں انہوں نے ایم.اے.کرنے کے بعد اورینٹل کالج لاہور میں تدریس کے فرائض انجام دیئے لیکن بعد میں بیرسٹری کو مستقل طور پر اپنا پیشہ بنایا۔ وکالت کے ساتھ ساتھ آپ شعروشاعری بھی کرتے رہے ۱۹۲۶ء میں اقبالؔ پنجاب لجسلیٹو اسمبلی کے ممبر چنے گئے۔۱۹۳۱ء میں انہوں نے گول میز کانفرس میں شرکت کر کے مسلمانوں کی نمائندگی کی اور ۱۳/اپریل ۱۹۳۸ء میں انہوں نے داعی اجل کو لبیک کہہ کر ملت اسلامیہ کو سوگوار کر دیا۔

علاّمہ اقبالؔ کی فارسی شاعری کی خصوصیات کا کماحقہٗ جائزہ اس مختصر مضمون میں ممکن نہیں صرف ان کے فارسی کے کلام مختلف مجموعوں یعنی ''اسرارخودی''،''رموز بیخودی''، ''پیام مشرق''،''زبورعجم''،''جاویدنامہ''،''پس چہ باید کرد''اور''ارمغان حجاز'' کا مختصر تعارف پیش ہے۔

''پیام مشرق''(۱۹۲۳ء) نظموں غزلوں اور قطعات پر مشتمل ہے اس کے دیباچہ میں خود اقبالؔ نے کہا ہے کہ اس کی تصنیف کا محرک جرمن حکیم گوئٹے کا مغربی دیوان ہے۔ ''پیام مشرق'' کے موضوعات بھی وہی ہیں جو مثنوی کی صورت میں اسرار ورموز میں زیر بحث لائے گئے ہیں ان میں خودی اور بیخودی اور ان کے دیگر متعلقات ولوازمات مثلاً عشق،عقل،جنون،سخت کوشی،عمل پیہم،یقین کامل اور فقر واستغناء کا تذکرہ نظم،مخمس مسدس اور دیگر اصناف کی صورت میں کیا گیا ہے۔

’’پیام مشرق‘‘ میں اقبالؔ کے افکار میں پختگی اور عظمت کا احساس ہوتا ہے اور ساتھ ہی شعریت کے اعتبار سے بھی یہ اسرار اور رموز دونوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔

’’زبور عجم‘‘ (۱۹۲۷ء) میں اپنا فلسفۂ حیات بقول عبدالواحد ’’راگ اور نغمے‘‘ کے پیکر میں پیش کیا ہے، ’’زبور عجم‘‘ کے چار حصّے ہیں پہلا اور دوسرا غزل اور نظموں پر مشتمل ہے، تیسرے حصّے میں ’’گلشنِ راز جدید‘‘ کے عنوان سے ایک مثنوی ہے جو شیخ محمودؔ شبستری کی مشہور تصنیف ’’گلشن راز‘‘ سے متاثر ہو کر لکھی گئی ہے آخری حصے کا عنوان ’’بندگی نامہ‘‘ ہے یہ بھی مثنوی کے قالب میں ہے۔ زبور کی اہمیت کا اندازہ صرف اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اقبالؔ نے خود اس کے پڑھنے کی تلقین اپنے ایک اردو شعر میں اس طرح کی ہے۔

اگر ہے ذوق تو خلوت میں پڑھ ’’زبور عجم‘‘
فغانِ نیم شبی ہے نوائے راز نہیں

’’جاوید نامہ‘‘ ڈانتے کی ’’ڈیوائن کامیڈی‘‘ شیخ محی الدین عربی کی ’’فتوحات مکیہ‘‘ اور ابو العلا معری کے رسالہ ’’الغفران‘‘ سے متاثر ہو کر لکھا گیا ’’ڈیوائن کامیڈی‘‘ اور فتوحات مکیہ میں زیادہ تر توجہ بقائے حیاتِ انسانی کے مسئلے پر دی گئی ہے کتاب کے آخر میں ’’خطاب بہ جاوید‘‘ کے عنوان سے شاعر نے نژادِ نو کو پیغامِ حیات دیا ہے۔

جس میں زندگی اور موت، حیات و کائنات، عقل و عشق، علم و فکر، فقر و درویشی اور خودی و بیخودی کے وہ سارے مسائل زیر بحث ہیں جو اقبال کی فکر کے اہم اجزاء ترکیبی کی

حیثیت رکھتے ہیں۔

''پس چہ باید کرد اے اقوام شرق'' (۱۹۳۶ء) کی شان تصنیف یہ ہے کہ ایک مرتبہ علامہ بغرض علاج بھوپال تشریف لے گئے ۔۳؍اپریل ۱۹۳۶ء کی رات کو انہوں نے سرسید احمد خان کو خواب میں دیکھا۔ سرسید نے ان سے کہا کہ اپنی علالت کا ذکر بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں کرو اس کے بعد اقبآل نے بارگاہ رسالت میں کچھ شعر پیش کئے۔ تاہم انہوں نے بعد میں ملک وملت کے درپیش مسائل اور اس وقت کے سیاسی تناظر میں وقتاً فوقتاً کچھ اور اشعار بھی کہے جن کو یکجا کر کے مثنوی ''چہ باید کرد اے اقوام شرق'' کے نام سے شائع کی، یہ مثنوی اگر چہ مختصر ہے لیکن مضامین کی نوعیت، فکر، بصیرت اور فنی پختگی کے لحاظ سے ایک جامع تصنیف ہے۔

''ارمغان حجاز'' یہ شاعر مشرق کی اس طویل فکری مسافت کی آخری منزل ہے جس کا آغاز ''اسرار خودی'' سے ہوا تھا عمر کے آخری ایام میں علامہ کے قلب مضطر میں روضۂ اطہر کی زیارت کا ولولہ تڑپ رہا تھا لیکن علالت مانع سفر تھی اقبال کے طائر تخیل کے لئے جب ہفت افلاک کی حدود تنگ تھیں تو ہندوستان سے عرب تک کا سفر کس شمار میں تھا لہٰذا ان کا طائر فکر ذہنی اور تخیلی طور پر روضۂ حضور کی زیارت کرتا ہے اس طرح ہم اس کتاب کو ذہنی سفر نامۂ حجاز سے تعبیر کر سکتے ہیں ''ارمغان حجاز'' پانچ حصّوں میں ہے۔

علامہ اقبآل کے کلام کا مطالعہ اس بات کو عیاں کرتا ہے کہ وہ آنے والے قافلہ کے

طائرِ پیش رو تھے۔ انہوں نے ملت کو نویدِ بہار دی اس کی مردہ رگوں میں زندگی کی حرارت پیدا کی رومیؔ کی طرح اسرارِ حیات فاش کیے اور فتنۂ عصر رواں کا وہی توڑ کیا جو رومیؔ نے دور قدیم میں کیا تھا۔ یہ نا قابلِ تردید حقیقت ہے کہ اس دانائے راز نے اپنے جاندار اور حیات بخش فلسفے سے اپنی افسردہ اور شکست خوردہ ملت کو ایک نئی زندگی کا پیغام دیا۔ اس کی اقدار زندگی کو دوبارہ زندہ کیا۔ اس کو ایک نصب العین سے آشنا کیا اور اس نصب العین کے حصول کے لئے ایک منظّم ضابطۂ حیات پیش کیا مگر یہ حقیقت اپنے جگہ اٹل ہے کہ انہوں نے اپنے پیغام کو حرف وصوت اور تخیل ونغمہ کے جس دلآویز قالب میں ڈھالا وہ کم شاعروں کو نصیب ہوا ہے وہ دنیا کے ان عظیم شعرا میں ہیں جن کا کلام فلسفہ وشعر کی ہم آہنگی کا شاہکار ہے۔ ان کے کلام میں فکرِ بلند کے ساتھ ساتھ جذبے کی حرارت بھی ہے اور شعورِ حسن کی دولت بیکراں بھی۔ علامہ کا فارسی کلام نہ صرف ان کے فلسفۂ حیات کی مکمل تفسیر ہے بلکہ ان کے جمالیاتی ذوق کی بھی پوری طرح آئینہ داری کرتا ہے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ علامہ کا تعارف بین الاقوامی سطح پر ان کی فارسی شاعری کا مرہون منت ہے۔

حد تو یہ ہے کہ بنیادی طور پر کلاسیکی زبان میں اظہار فکر کرتے کرتے بعض جگہ وہ جدید فارسی کے الفاظ واصطلاحات نہایت چابکدستی سے استعمال کر جاتے ہیں جس کی بنیاد پر ان کے ایرانی نقاد بھی ان کی زباندانی کے معترف ہیں۔

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

سیال کوٹ	عظیم	برطانوی	گورنمنٹ
پیام شرق	خطاب	شرق	صلی اللہ علیہ وسلم
ارمغان حجاز	بصیرت	مثنوی	نصب العین

سوالات :

سوال۔۱ علامہ اقبالؔ کس شہر میں پیدا ہوئے؟

سوال۔۲ اقبالؔ کے والد کا نام کیا تھا؟

سوال۔۳ اقبالؔ کا خطاب کیا تھا؟

سوال۔۴ اقبالؔ کی تصانیف کے نام لکھئے؟

سوال۔۵ اقبالؔ نے کس فلسفے کو بیان کیا ہے؟

☆☆☆

Unit - I (iv)

عرفیؔ شیرازی

چنان با نیک و بدعرفیؔ بسر کن تا پس مردن
مسلمانت بزمزم شوید و کافر بسوزاند

عرفیؔ اُس زمانہ کا شاعر ہے جب ایران میں صفوی اور ہندوستان میں مغلیہ خاندان کی حکومت تھی۔ عہد صفوی میں ایران میں شعر وشاعری کو گناہ سمجھا جاتا تھا۔ کیوں کہ یہ شدت پسند ملاؤں کی حکومت تھی لہٰذا اس دور کے اکثر و بیشتر شعراء ایران سے منتقل ہو کر ہندوستان آ گئے، جہاں شعراء پر انعام واکرام کا ابر چھایا رہتا تھا اور ہر وقت لعل وگوہر کی بارش ہوتی رہتی تھی۔ اس وقت یہ شعر زبان زد تھا۔

نیست در ایران زمین سامان تحصیل کمال
تا نیاید سوئے ہندوستان حنا رنگین نشد

عرفیؔ کا اصل نام محمد، لقب جمال الدین اور عرفیؔ تخلص تھا۔ والد کا نام زین الدین

علوی اور دادا کا نام جمال الدین چادر باف تھا۔عرؔفی کی پیدائش ۹۶۳ھ میں شیراز میں ہوئی۔ان کے والد شیراز کے دارالحکومت میں ایک معزز عہدے پر فائز تھے۔گھر کا رکھ رکھاؤ، وضع قطع ،طرز معاشرت سب رئیسانہ تھی ،اس لیے عرؔفی کو اپنے حسب ونسب پر اکثر ناز وافتخار رہا، جس کا ذکر وہ ہر جگہ کرتا ہے۔

عرؔفی نے تعلیمی مراحل شیراز میں طے کیئے ،مصوری اور نقاشی میں بھی ان کو کمال حاصل تھا۔عالم شباب تک پہنچتے پہنچتے ان کی طبیعت شعروشاعری کی جانب مائل ہوئی اور جلد ہی اس فن میں بھی کمال کو پہنچ گیا۔مگر صفوی حکومت کے دور میں انہوں نے سرز مین ایران کو اپنی نشو ونما اور ارتقا کے لیے تنگ اور نا کافی جانا۔ وہ شہزادہ سلیم کے بلاوے پر ہندوستان آ گیا اور یہاں کچھ تاخیر سے دربار اکبری میں اس کی رسائی ہوئی، جس کی وجہ سے اسے اعلیٰ مقام حاصل نہ ہوا۔۹۹۹ھ کو محض ۳۶ سال کی عمر میں یہ شاعرِ خوش الحان اس دنیا سے کوچ کر گیا۔

عرؔفی نے قصیدہ گوئی میں کمال حاصل کیا۔کیوں کہ جس دور کا وہ شاعر ہے اس میں قصیدہ گوئی کو زیادہ پسند کیا جاتا تھا۔بادشاہ کی تعریف میں قصائد پیش کرنا اس دور کے شعراء کا خاصہ تھا۔حالانکہ یہ بات قابل ذکر ہے کہ وہ ایک غزل گو شاعر کی حیثیت سے باکمال شاعر ہے۔اس کا دیوان ۲۶ قصائد ۲۷ غزلیات اور ۷۰۰ اشعار کے مختلف قطعات ورباعیات پر مشتمل ہے۔اس کے علاوہ ''مخزن الاسرار'' کے جواب میں ایک مثنوی اور

دوسری مثنوی مولانا جامیؔ کی ''شیریں خسروؔ'' کے جواب میں لکھی۔

عرفیؔ کے کلام میں زور بیان کمال کا ہے، جس کی ابتداء نظامیؔ نے کی تھی اس کو عرفی نے پایۂ تکمیل تک پہنچادیا۔ زور کلام کے ساتھ ساتھ تسلسل بھی اس کی شاعری کا خاصہ ہے۔ تسلسل کا ہونا تب نہایت ضروری ہوتا ہے جب شاعر قصیدہ کہہ رہا ہو۔ مضمون آفرینی اور نازک خیالی تو جیسے اس کے کلام میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے۔ اسے عرفیؔ کی چابکدستی ہی کہیں گے کہ عشقیہ جذبات کی ترجمانی کے ساتھ ساتھ تصوف کی چاشنی بھی کلام میں دیکھنے کو ملتی ہے۔

غرض کہ عرفیؔ بلبل شیراز کی حیثیت رکھتا ہے جو اپنے کمالات شاعری سے فارسی ادب کے گلشن میں ہمیشہ نغمہ سرا رہے گا۔ وہ واقعی ایک پختہ گو، قادرالکلام شاعر ہے جس کی شاعری کو فراموش نہیں کیا جاسکتا ہے۔

تصوف میں ایک رسالہ ''نفسیہ'' بھی عرفیؔ سے منسوب ہے۔

از نقش ونگار درودیوار شکستہ

آثار پدیداست صنادید عجم را

☆☆☆

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

عرفی	چُتان	بردند	صفوی
نیست	قصیدہ	حیثیت	غزلیات
رباعیات	مخزن الاسرار	دارالحکومت	وضع قطع

سوالات :

سوال۔۱ عرفؔی کا پورا نام لکھئے؟

سوال۔۲ عرفؔی کے والد کا نام کیا تھا؟

سوال۔۳ عرفؔی کہاں پیدا ہوا؟

سوال۔۴ عرفؔی کا انتقال کس عمر میں ہوا؟

سوال۔۵ عرفؔی کے کلام پر نوٹ لکھئے؟

☆☆☆

UNIT - II

حصّہ نثر

Unit - II (i)

انتخاب از ''نامۂ خسروان''

''نامۂ خسروان''

''نامۂ خسروان'' : اس کے مصنف جلال پور فتح علی شاہ قاچار ہیں۔اس کتاب میں ایرانی بادشاہوں کی داستانیں فارسی زبان میں لکھی ہیں جو آبادیان قبیلہ سے ساسانیان قبیلے تک کی داستانیں ہیں جو لوگوں کے لئے سود مند اور بچوں کے لئے نصیحت آمیز ہیں۔پوری کتاب اخلاقیات پر مبنی ہے۔کتاب کی زبان سلیس اور آسان ہے۔چھوٹے چھوٹے جملوں میں پند ونصائح کی باتیں تحریر کی گئی ہیں۔

''نامۂ خسروان'' ایران کے بادشاہوں کی ایک قدیم مشہور داستان ہے۔اس کی عبارت بڑی صاف،سادہ اور آسان زبان میں ہے۔پند ونصیحت اور اخلاقیات کی تعلیم ان داستانوں سے ملتی ہے جو اُس دور اور موجودہ دور کے لئے ضروری اور مفید ہے۔

☆☆

حکایت (۱)

پند و نصیحت

”بنام بخشندۂ مہربان“

در ہنگامۂ مرگ از سکندر پُرسیدند۔ درین زندگانی اَندک چگونہ جہان زیر دست کردی؟ گفت با دو کار، نخست آن کہ دشمنان را ناچار کردم کہ دوست من شوند، دوّم دوستانم را نہ گذاردم کہ دشمن گردند۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی
بخشندہ	بخشنے والا
مہربان	مہربانی
در	میں، درمیان
ہنگام	وقت
چگونہ	کس طرح
جہان	دنیا
زیر	نیچے

مرگ	موت
کار	کام
دست	ہاتھ
از	سے
نخست	اوّل
سکندر	مقدونیہ کا مشہور بادشاہ جو دارا اور پورس سے لڑا تھا
ناچار	مجبور
آن	وہ
اندک	کم، تھوڑا
من	میں
دوم	دوسرا
را	کو

ترجمہ : پندو نصیحت (کہانی ۔ ۱)

شروع کرتا ہوں بخشنے والے مہربان کے نام سے (فارسی زبان میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کی جگہ لکھا جاتا ہے)

موت کے وقت لوگوں نے سکندر سے پوچھا۔اس کم (یعنی تھوڑی) سی زندگی میں تو نے کیوں کر دنیا کو ہاتھ کے نیچے (یعنی اپنے قبضے میں) کیا۔اس نے جواب دیا۔دو کام (یعنی دو وجہ سے) کے ساتھ پہلا وہ کہ دشمنوں کو میں نے مجبور کیا کہ وہ میرے دوست ہو جائیں۔دوسرا یہ کہ میں نے اپنے دوستوں کو نہ چھوڑا کہ وہ دشمن ہو جائیں۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

بوسیدن	اندک	نخست	بخشندہ	مہربان

سوالات :

سوال۔۱ مرتے وقت لوگوں نے سکندر سے کیا سوال کیا؟

سوال۔۲ اس حکایت سے کیا سبق ملتا ہے؟

☆

پندونصیحت ۔ حکایت (۲)

دو چیز است کہ فراموش نہ باید کرد۔ یکی خدا دوّم مرگ۔ دو چیز است کہ آن از یاد باید برُد یکی نیکی کہ بکسی کنی۔ دوّم بدی کہ کسی بہ تو کند۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
دو	دو (۲)	دوّم	دوسرا
است	ہے	مرگ	موت
فراموش	بھولنا	نیکی	بھلائی
نہ	نہیں	کسی	کوئی شخص
باید	چاہیئے	بدی	برائی
یکی	ایک،اوّل	تو	تو
خدا	اللہ تعالیٰ	از	سے

ترجمہ ۔ پندونصیحت کہانی (۲)

دو چیزوں (یعنی دو باتوں) کو کبھی بھولنا نہیں چاہیے ایک تو اللہ اور دوسری موت۔ دو چیزیں (یعنی دو باتوں) کو بھلا دینا چاہیئے اوّل وہ بھلائی، نیکی جو تم نے کسی

دوسرے شخص کے ساتھ کی ہو اور دوسرے یہ کہ وہ برائی جو کسی دوسرے شخص نے تیرے ساتھ کی ہو۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں :

است	باید	مرگ	چیز
نیکی	بدی	آن	فراموش

سوالات :

سوال۔۱ کون سی دو (۲) چیزوں کو فراموش نہیں کرنا چاہیئے؟

سوال۔۲ کون سی دو (۲) چیزوں کو بھلا دینا چاہیے؟

☆

حکایت ۔۳

پند و نصیحت

ہر کس بہ کنگاش کار کند ہموار آسودہ است ۔ با دوستان دوستی نکو است ۔ و بزرگ آن است کہ با دشمنان نیز نکو کاری کند ہر کس کہ بہ برادران دشمنی کند سزاوار برادری نیست ۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی
کس	شخص
کنگاش	مشورہ، صلاح
نِکو	اچھائی، بھلائی
بزرگ	بڑا
ہموار	ہمیشہ
برادران	برادر کی جمع، بھائی
آسودہ	آرام، مطمئن
سزاوار	لائق

با	ساتھ
نیست	نہیں ہے
برادری	بھائی چارہ

ترجمہ ۔ پند و نصیحت   کہانی ۔۳

جو شخص صلاح مشورہ سے کام کرے وہ ہمیشہ آرام سے رہتا ہے۔ دوستوں کے ساتھ دوستی و بھلائی اور نیکی اچھی بات ہے اور بڑا وہ ہے جو دشمنوں کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کا سلوک کرے۔ جو شخص بھائیوں کے ساتھ دشمنی کرے وہ بھائی کہلانے کے لائق نہیں ہے۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں؟

کِنگاش	ہموار	آسودہ	بزرگ	برادران	نِکو

سوالات :

سوال ۔۱ دشمنوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک کرنا چاہئیے؟

سوال ۔۲ جو اپنے بھائیوں سے دشمنی رکھے وہ کس کے لائق نہیں ہے؟

☆

سوانح قاآنی

میرزا حبیب اللہ شیرازی متخلص بہ قاآنی ۲۹ شعبان ۱۲۲۳ھ کو شیراز میں پیدا ہوا۔ اس کے والد میرزا محمد علی گلشن تھے جو شیراز ہی میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش پائی۔ گلشن بھی شعر کہتے تھے اور قافیہ پردازی میں مشہور تھے۔

قاآنی ۷ سال کی عمر میں ابتدئی تعلیم حاصل کرنے کے لئے مکتب گئے اور جب گیارہ سال کے ہوئے تو ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ والد کے انتقال کے بعد قاآنی کے اہلِ خاندان پر فقر وت نگدستی کی حکومت ہو گئی۔

قاآنی نے چند سالوں تک اصفہان میں بھی علوم ریاضی و معارفت اسلامی کی تعلیم حاصل کی۔ پھر شیراز آ کر دیوان خاقانی اور انوری کے دواوین کی شرح اور فن عروض کی تعلیم حاصل کی۔ یہاں تک کہ ۱۲۳۹ھ میں شاہزادہ حسن علی میرزا شجاع السلطنت، فرزند فتح علی شیراز آیا اور قاآنی کی تربیت اپنے ذمہ لیتے ہوئے اس کے ساتھ لطف و مہربانی کا مظاہرہ کیا۔

اسی سال کے اخیر میں شاہزادہ حسن علی میرزا اپنے والد کی طرف سے خراسان کا حاکم مقرر ہوا اور قاآنی کو بھی ساتھ لیتا گیا۔ یہ مشہد میں اسی شاہزادہ کی تربیت و حمایت میں

علوم ریاضی وحساب میں بہرہ ور ہوا، نیز اسی شاہزادہ کی محبت اور رغبت میں ''قاآنی''، تخلص اختیار کیا۔

قاآنی خراسان میں قیام کے دوران شعر وشاعری کی جانب راغب ہوا اور خوب ترقی کی یہاں تک کہ وہ شاہانہ انعامات وکرامات کے باعث کافی مالدار ہو گیا۔

اس کے بعد قدیم استاد شاعروں کے دواوین کی جمع آوری پر اس نے سارے روپئے صرف کئے اور بے شمار ادبی، غیر ادبی کتابیں س نے جمع کیں اور تعلیم میں مشغول ہوا۔

اس طرح قاآنی ایک مدت تک فرماں روائ خراسان، حسن علی خان کی خدمت میں رہا اور جب ۱۲۴۲ھ میں یزد و کرمان کی حکومت شاہزدہ مذکور کو تفویض ہوئی تو وہ خراسانی لشکروں کے ساتھ جو اس کی ملازمت میں تھے، وہاں گیا، قاآنی بھی اس کے ساتھ گیا لیکن وہاں سے کب واپس ہوا اس کی تاریخ نہیں ملتی اور کن کن سالوں میں رشت، گیلان، مازندران اور آذربائیجان کا سفر کیا ان جگہوں کے مروجہ علوم سے بہرہ ور ہوا۔ ایسا لگتا ہے کہ ۱۲۴۶ھ میں جب شجاع السلطنت حکومت کی اجازت کے بغیر کرمان سے یزد گیا اور شاہزادہ عباس میرزا نے بادشاہ کے حکم کے مطابق اسے تہران بھیجا تو قاآنی بھی اس کے ہمراہ تھا اور اسی زمانے میں اس نے فتح علی شاہ کے دربار میں رسائی حاصل کی تھی اور اس کے انعام واکرام سے سرفراز ہوا تھا۔

بہرحال ۱۲۴۸ھ میں جب نائب السلطنت شاہزادہ عباس میرزا سالور ترکمانوں کی سرکوبی کے بعد قلعہ سرخس پر قابض ہوا تو قاآنی دوبارہ مشہد گیا اور اسی سال فصل زمستان میں جب ''بھوک کی شدت سے تمام دینداروں نے دنیا کے پیچھے دین کو ترک کر دیا، یہ حلال رزق کے حصول کے بعد حسب حال گوشہ گیر ہو گیا۔

۱۲۵۱ھ میں جب محمد شاہ تخت شاہی پر بیٹھا تو قاآنی تہران آیا اور درباری شاعروں کی صف میں داخل ہوا اور شاہ کی جانب سے ''حسان العجم'' کا لقب پایا۔ ۱۲۵۴ھ میں جب شاہ قندھار اور غوریوں کو فتح کرنے کے لئے روانہ ہوا قاآنی بھی ہمرکاب تھا۔

قاآنی نے ۱۲۵۶ھ میں جب وہ ۳۴ سال کا تھا، تہران میں شادی کی لیکن ''یارش مارشد'' اور وہ قاآنی کی نگاہ سے گر گئی۔ پھر قاآنی نے دوسری شادی کی لیکن یہ بھی بے وفا نکلی اور انجام کار ان دونوں بے وفا عورتوں نے قاآنی کی زندگی تباہ و برباد کر دی۔

۱۲۵۹ھ میں ایک طویل مدت کے بعد قاآنی اپنے وطن شیراز گیا اور اپنے دیرینہ دوستوں سے تجدید آشنائی کی، کچھ دنوں وہاں قیام کرنے کے بعد پھر تہران لوٹ آیا اور پھر شیراز گیا۔ ہم شہریوں نے اس کی کافی پذیرائی کی اور خصوصاً صاحب اختیار کی حکمرانی کے زمانے میں قاآنی کی زندگی نہایت آرام و آسائش میں گزری۔

لیکن رفتہ رفتہ شیراز کے ادیبوں کی ایک جماعت اس کو آزار پہنچانے لگی۔ صاحب اختیار کا بھی وہاں سے تبادلہ ہو گیا اور اس کی جگہ پر معتمد الدولہ منوچہر خان گرجی کی تقرری

ہوگئی جس کوشعر وادب سے چنداں سروکار نہ تھا۔اس کا رویہ بھی قاآنی کے ساتھ اچھا نہ تھا چنانچہ ان لوگوں سے تنگ ہوکر وہ پریشان حال ۱۲۶۲ھ میں تہران آیا۔

کچھ دنوں بعد ادب دوست اور دانشمند شاہزادہ علی قلی میرزا اعتضاد السلطنت سے آشنا ہوا اور اس کے انعام واکرام سے سرفراز ہوا۔اسی کے وسیلہ سے ناصر الدین شاہ کی ماں اور خود ناصر الدین شاہ سے بھی متعارف ہوا اور اس کے دربار کا رسمی شاعر ہوا۔اس کے بعد قاآنی نے دائمی طور پر تہران میں سکونت اختیار کی اور اپنے افراد خاندان کو بھی وہیں بلا لیا۔

۱۲۷۰ھ میں قاآنی مالی خولیا کے مرض میں مبتلا ہوا اور اسی سال ۵ شعبان چہارشنبہ کے روز راہی ملک بقا ہوا۔

قاآنی کا دیوان تہران، تبریز اور ہندوستان میں شائع ہوا ہے۔قاآنی کی زندگی میں اس کے منتخب اشعار ہندوستان میں شائع ہو چکے تھے۔اس کے بعد ہندوستان وایران کے مختلف حصوں میں اس کا کامل دیوان شائع ہوا اور وہ اشعار جو لوگوں کے پاس ادھر ادھر تھے اس میں شامل کئے گئے۔قاآنی کا دیوان پہلی مرتبہ ۱۲۷۴ھ میں اس کی وفات کے چار سال بعد تہران سے شائع ہوا۔اس کی اشاعت قاچاریہ شہزادوں میں سے ایک جلال الدولہ کے تعاون سے ہوئی۔ یہ شاہزادہ خود علم دوست اور شاعر تھا۔''جلالؔ'' اس کا تخلص تھا۔

یہ نسخہ قاآنی کا کامل ترین دیوان ہے جس میں ۲۱ سے ۲۲ ہزار تک اشعار ہیں۔اس

کے علاوہ بھی قاآنی کے بہت سارے اشعار ہیں جو جمع نہیں ہو سکے ہیں۔

قاآنی کا کوئی خاص سبک یا کوئی خاص مکتب ہرگز نہیں تھا، البتہ روانی و شیرینئ بیان میں ماہر تھا۔ ساتھ ہی اپنے معاصرین میں ممتاز تھا۔ ''شعرالعجم'' میں شبلی نے لکھا ہے کہ

''شاعری او، شاعری تازہ نیست، بلکہ خواب فراموش شدۂ ہفت صد سالہ را گوئی بہ یاد آوردہ است''۔

تغزل اور تشبیب، وصف یار اور مناظر فطرت کے گوناگوں مضامین جسے قاآنی سے قبل فارسی زبان کے سیکڑوں شاعروں نے باندھا ہے اور اس کے بعد کے شاعروں نے بھی یہ عمل دہرایا ہے لیکن قاآنی کے یہاں اس عمل کا کچھ اور ہی مرتبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قاآنی کے قصیدوں کو پڑھتے وقت قاری اسلاف شاعروں کو بھول جاتا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قاآنی وہ پہلا شاعر ہے جس نے یہ زیبا اور رنگین شیوہ اختیار کیا ہے۔

قاآنی زبان کا نہایت غنی شاعر ہے، اسے لفظوں کے استعمال پر بے نظیر قدرت حاصل ہے۔ ہر کلمے کی ادائیگی پر وہ نہایت چیرہ دست معلوم ہوتا ہے اور اس عمل میں فارسی کا کوئی بھی شاعر اس کا ثانی نظر نہیں آتا۔ لیکن ان تمام خوبیوں اور شاعرانہ قدرت کے باوجود وصف و تشبیہ اور سخن سازی میں اس کے بیشتر قصائد مضمون کے اعتبار سے حقیر اور ناچیز ہیں۔ بہار کا قول ہے :

''قاآنی غث و سیمین زیاد دارد۔ شعر ہای خوب دارد و شعر ہای بسیار بدہم

دارد"

یہاں تک کہ اس کے کلام میں عروض اور دستوری عیب کے ساتھ ساتھ تشبیہات و سبک کی کمزوری بھی پائی جاتی ہے اور کبھی کبھی قاآنی کی پرگوئی اس مقام تک پہنچ جاتی ہے کہ اس کے کلمات کے طنطنے وطمطراق بھی اس عیب پر پردہ نہیں ڈال سکتے۔ جیسا کہ بہار اسی مقالہ میں کہتا ہے :

"روی ہمرفتہ درشعر قاآنی برمعنی وخیالات سطحی برتخیلات عالیہ وتصورات غلبہ دارد"

دوسری جگہ کہتا ہے کہ :

"او یکہ تاز میدان الفاظ است"۔

قاآنی فقط قصیدہ گو شاعر ہی نہیں بلکہ وہ ایک عظیم مسمط نگار بھی ہے۔ وہ منوچہری کے مسمطوں کے قالب میں دل پذیر مضامین باندھتا ہے جو تقریباً سماعت پر گراں گذرنے والی چیز ہے۔لیکن انہی مسمطوں کو جب تغزل کے ساتھ وہ اپنے قصیدوں کے درمیان لاتا ہے تو اس کی عظمت شاعری کو زندہ و پائندہ کر دیتے ہیں۔

قاآنی نے غزل گوئی میں سعدی کی غزلوں کو اپنا پیشرو مانا ہے اور انہیں کی پیروی میں اس نے غزلیں لکھی ہیں، لیکن سعدی کے پایہ کی نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ قاآنی خود اس نکتہ سے واقف تھا اور یہی وجہ ہے کہ اس نے غزلوں کو فصل زمستان کی ایک سرد رات میں

آگ میں ڈال دیا تھا۔

قاآنی انعام واکرام کے لئے ہر کس وناکس کی مدح کرتا ہے اور اپنے ممدوحوں میں فصیلت وبلند ہمتی نہیں ڈھونڈتا۔اس کی نگاہ میں ایرانیوں اوران کے دردوغم کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ساتھ ہی ایران کی تاریخ کے اہم واقعات مثلاً محمد شاہ کی ہرات پر بے فائدہ لشکر کشی، بابی فرقے کے تین افراد کی عباس میرزا پر تیراندازی وغیرہ کی بھی اس کی نگاہ میں کوئی اہمیت نہیں۔

یہ ایک معروف قول کے مطابق یک طرفہ سکہ تھا۔دوسری طرف قاآنی کے یہاں نیشدار اور زہرآگین ہجویہ اشعار بھی ملتے ہیں جس میں اس نے اپنی استادانہ مہارت کا استعمال کیا ہے۔بدقسمتی سے درباری ہجویہ اشعار لوگوں پرحملہ اوراعتراض کی غرض سے کہے گئے ہیں اوراس کا لہجہ اس قدر سخت ہے کہ قاآنی کا شاعرانہ ہنر ابتذال کی حدتک چلا گیا ہے۔ایک مشہور قصیدے میں جس کی ردیف ''ذ'' ہے اور جس میں اسماعیل کی بیوی کی داستان بیان کی گئی ہے اور وہ اشعار جو نظام العلماء کے بارے میں ہیں، قاآنی کے ہجویہ انداز پورے کمال پر ہے اور شاعری کی بے پرواز بان ایسی باتوں کا بھی کہہ ڈالتی ہے جو کہنے کے لائق نہیں ہیں۔

مجموعی طور پر قاآنی چاہے تشبیب کے اشعار ہوں یا غزل یا ہجویہ، رکیک سے رکیک الفاظ استعمال بھی نہایت بے پروائی سے کرتا ہے۔عفت واخلاق کے خلاف میگساری وبد مستی کی محفلوں اورشاہد بازی وغیرہ کے واقعات کو نہایت فحش اور برملا بیان کرتا ہے اور غالباً

جنسی موضوعات، قاآنی کے کلام میں فطرت وطبیعت کے خلاف بیان ہوتے ہیں۔

قاآنی خودستائی اورخودستائش میں بھی حد سے زیادہ تجاوز کر جاتا ہے اور نالائق ترین وناسزاوارترین درباری لوگوں، حتیٰ کہ نوکروں تک کی مدح میں ان کی ایسی ایسی صفتیں بیان کرتا ہے جوان سے متصف نہیں ہیں۔ان مبالغوں کے باوجود بھی وہ اپنے ممدوحوں کی چاپلوسی میں وفادار ثابت نہیں ہوتا ہے۔یعنی اس کے ممدوح میں سے کوئی اگر مسند حکومت وریاست سے اتر جاتا ہے تو قاآنی اسے پہچانتا نہیں ہے اور ایسے لوگوں کو جنہیں وہ کبھی ''قلب گیتی''، ''روح عالم''، ''انسان کامل''، ''خواجۂ دو جہان''، ''مظہر باری'' اور ''رسانندۂ فیض خالق بہ مخلوق'' وغیرہ کے القاب سے نوازتا تھا، نہایت بے رحمی سے انہیں ''ظالم شقی'' کہتا ہے۔

قاآنی اپنی مادری زبان کے علاوہ عربی، ترکی، فرانسیسی زبان پر بھی قدرت رکھتا تھا لیکن قاآنی کی فرانسیسی زبان پر مہارت مبالغہ سے خالی نہیں معلوم ہوتا۔اس لئے کہ وہ کبھی فرنگ نہ گیا اور باضابطہ طور پر اس کی تحصیل نہیں کی اور جتنی مہارت کا اس نے دعویٰ کیا ہے اتنی مہارت اس نے حاصل نہیں کی تھی۔۱۲۵۱ھ کے بعد قاچاریہ شہزادوں کے ساتھ جن کی خارجی زبان سیکھنے کے لئے خارجی معلموں کا انتظام کیا گیا تھا، قاآنی نے فرانسیسی زبان سیکھی۔

قاآنی نے ۳ سال کی مدت میں یعنی ۱۲۵۹ھ تا ۱۲۶۲ھ کے درمیان جب تہران میں تھا، اپنے قول کے مطابق ۳۔۴ ماہ تک انگریزی زبان کی تعلیم بھی حاصل کی تھی۔غالباً

قاآنی فرانسیسی اورانگریزی زبان سے اسی مختصر آشنائی کے باعث چاہتا تھا کہ اپنے طرز تفکر میں تغیر لائے۔

قاآنی نے اسلاف شاعروں کے خلاف اپنے اشعار میں عمیق فلسفی، عرفانی معانی و مضامین کا استعمال کم کیا۔ بیشتر فطرت اور زندگی سے سروکار رکھتا ہے۔ مثلاً اس کا ایک مختصر قطعہ جس میں ایک بوڑھے اور ایک بچے کے درمیان گفتگو ہے، ہزل امیر ہے۔ اس قطعہ کی خوبی یہ ہے کہ دونوں (پیر و طفل) کند زبان ہیں، ان شیرین کاری کے نمونے قدیم شاعروں میں کم ملتے ہیں۔ لہٰذا قاآنی کو اس سبک کا موجد کہنا چاہئے۔ قاآنی کے ایسے اشعار بہت نادر ہیں۔

قاآنی کی ایک نثری تصنیف ''پریشان'' بھی ہے جو سعدؔی کی کتاب ''گلستان'' کی پیروی میں لکھی گئی ہے۔ مطالب کے بیان میں رکاکت اور پردہ دری نے اس کتاب کے نثری اثر کو ضائع کر دیا ہے اور قدر و اعتبار کی نگاہ سے بالکل گر دیا ہے۔ ''پریشان'' جو محمد شاہ قاچارک فرمائش پر لکھی گئی اور ۲۰ رجب ۱۲۵۲ھ میں مکمل ہوئی، چھوٹی بڑی ۱۲۱ حکایتوں پر مشتمل ہے اور بقول مؤلف ''جد و ہزلی چند درہم ریختہ و برخی نظم و نثر بہ ہم آمیختہ''۔ اس کتاب کا عمومی لحن تعلیم ہے۔ مؤلف کا ارادہ یہ تھا کہ ان تمام حکایتوں کے وسیلہ سے درس اخلاق کو عام کرے لیکن مؤلف اپنے اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے۔

☆☆☆

(ii) (الف) انتخاب از کُلّیاتِ قاآنی

حکایت ۔٦

وقتی حُسُودی کہ لب بملامتِ مَن کُشودہ بود یکی از دوستان جانی برآن عالم وقوف داد۔ چون آن سخنان شنفتم لختی برآشفتم۔ باز با خود گفتم کہ حَبیبَا ! آنچہ حسودان گفتہ اند اگر درتست ترک کُن واگر در ایشان است تراچہ فتادہ کہ تبرّ اکنی۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
حُسود	حاسد کی جمع	دوستان	دوست کی جمع
لب	ہونٹ	وقوف	آ گاہی، واقفیت
ملامت	بُرائی	شنفتم	میں نے سنا
من	میں	کُشُودن	کھولنا
حبیبا	اے دوست	تبرّ ا	بیزاری، برا

☆

ترجمہ : کہانی ۔۴

کسی دن ایک حسد کرنے والے نے میری برائی کے لئے لب کھولے (یعنی منہ کھولا) تھے۔ میرے جانی دوستوں (قریبی دوست) میں سے ایک نے اس کی خبر مجھے دی۔ جب وہ باتیں میں نے سنی، تھوڑا سا پریشان ہوا۔ پھر میں نے اپنے آپ سے کہا۔ اے دوست! جو کچھ حاسدوں (جلنے والوں) نے کہا ہے اگر وہ تجھ میں ہے تو چھوڑ دے اور اگر ان لوگوں میں ہے تو تجھے کیا پڑی ہے کہ تو لعن طعن (بُرا) کہے۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

حاسد	ملامت	وقوف	کُشُودن
حبیبا	آگاہی	تبرّا	شنفتم

سوالات :

سوال۔۱ حاسدوں سے کس طرح کا برتاؤ کرنا چاہیے؟

سوال۔۲ اس کہانی سے کیا سبق ملتا ہے؟

☆

(ب) انتخاب از پندِ لقمان

وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا لُقْمٰنَ الْحِکْمَۃَ : یعنی ہم نے لقمان کو حِکمت عطا کی۔

حضرت لقمان کا ذکر قرآن شریف کے اکیسویں پارے میں ہے۔ایک پوری سورت ہی ان کے نام سے (سورۃ لقمان) ہے۔ان کی بعض وعظ و نصیحتوں کا قرآن شریف میں بھی ذکر ہے۔آپ حکیم لقمان کے نام سے دنیا میں مشہور ہیں۔۔بعض حضرات کا خیال ہے کہ آپ نبی تھے۔آپ کا صحیفۂ حکمت عرب میں مشہور تھا۔شاید آپ افریقہ کے رہنے والے تھے۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کچھ عطا کیا اور نوازا تھا۔آپ کا زمانہ تقریباً ۳۰۰۰ سال قبل مسیحؑ ہے۔لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحتیں کی تھیں ان کو''پند لقمان'' کے نام سے جانا جاتا ہے۔اس کی زبان صاف و سلیس اور سادہ ہے۔چھوٹے چھوٹے جملوں میں بڑی بڑی نصیحتیں اس میں کی گئی ہیں جو موجودہ دور میں بہت اہمیت کی حامل ہیں۔

☆

پندِلقمان

ای جانِ پدر! خدارابشناس۔ ہرچہ از پندونصیحت گوئی نخست برآن کارکن۔سخن بہ اندازۂ خویش گوئی۔قدرِمردُم بدان۔حق ہمہ کس رابشناس۔رازِخودنگاہ دار۔یارراوقتِ سختی بیاز ما۔دوست رابسودوزیان امتحان کُن۔ازمردُم ابلہ ونادان بگُریز۔دوستِ زیرک ودانا گزین۔درکارِخیر جدّ و جہد نمائی۔سخن بہ حجت مگوئی۔یاران و دوستان را عزیز دار۔ بادوست ودشمن ابروکشادہ دار۔مادروپدرراغنیمت دان۔استادرابہترین پدرشُمُر۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
جانِ پدر	باپ کی جان (یعنی بیٹا)	زیرک	دانا،سمجھدار
پدر	باپ	نخست	اوّل،پہلا
خیر	بھلا،بھلائی	دوستان	دوست کی جمع
راز	بھید	گزین	اختیارکر
را	کو	نگہدار	محفوظ رکھ
جدوجہد	کوشش	با	ساتھ

سود	نفع، فائدہ	حجّت	دلیل
و	اور	امتحان	آزمانا، پرکھنا
مادر	ماں	ابرو	بھوّں
ابلہ	بےوقوف	یاران	یار کی جمع
شُمُر	شمار کر، گن	نادان	احمق
کشادہ	کھلا ہوا، کھلی ہوئی		

ترجمہ : لقمان کی نصیحت

اے باپ کی جان! (یعنی میرے بیٹے) اللہ تعالیٰ کو پہچان۔ جو کچھ وعظ و نصیحت تو بیان کرے (یعنی کہے) پہلے خود اس پر عمل کر۔ بات کو اپنے مرتبے کے مطابق بیان کر (یعنی کہہ) لوگوں کے مرتبے کو پہچان اور تمام آدمیوں کے حق کو پہچان۔ اپنے راز (بھید) کا خیال رکھ۔ دوست کو تکلیف کے وقت آزماؤ۔ دوست کو نفع و نقصان میں پرکھو (یعنی جانچو) بےوقوف اور نادان (نہ جاننے والے) لوگوں سے دور رہ (یعنی ان لوگوں سے بھاگ)۔ عقلمند اور دانا (جاننے والا) دوست کا انتخاب کرو۔ نیکی کے کام میں کوشش اور محنت کرو۔ بات چیت میں بحث (دلیل) مت کرو۔ مددگار اور دوستوں کو عزیز رکھ (یعنی پیارا) دوست اور دشمن کے ساتھ ابرو کشادہ رکھو (یعنی ان سے فراخ دلی اور خندہ پیشانی سے پیش آؤ) ماں اور باپ کی قدر کرو (یعنی ان کی قدر کو جان) اور استاد کو بہترین باپ شمار کر۔

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

پدر	نصیحت	نخست	اندازہ	مردم
سختی	امتحان	ابلہ	نادان	زیرک
جدّ وجہد	حجّت	غنیمت	وعظ	صحیفہ

سوالات :

سوال۔۱ اس سبق سے کیا نصیحت ملتی ہے؟ مختصر بیان کریں۔

سوال۔۲ وعظ ونصیحت کرنے سے پہلے کیا کرنا چاہیئے؟

☆

(iii) انتخاب از غنچۂ فارسی

اس کتاب کو ڈاکٹر حافظ عبدالعلیم خاں ایم۔اے۔ پی۔ ایچ۔ڈی۔ ریڈر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے مرتب کیا ہے۔اس میں سے کچھ اقوال زرّین اور حکایتیں منتخب کی گئی ہیں جو مختلف جگہوں سے مرتب نے اخذ کی ہیں۔

پہلی ''دانش'' اور دوسری حکایت ''سکندر اور حاضرین مجلس'' تیسری حکایت ''طوطی'' اور چوتھی ''بادشاہ ظالم''۔ان اقوال زرّین اور حکایتوں میں عقل و دانش، اخلاقیات، پندونصائح کا بیان صاف اور سلیس زبان اور آسان عبارت میں کیا گیا ہے جس کی موجودہ دور میں بہت اہمیت اور ضرورت ہے۔ یہ ایسی حکایتیں ہیں جو سبق آموز ہیں اور زندگی میں ان پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

☆☆

حکایت ۔ ۵ (دانش)

شرف و بزرگی بفضل وادب است نہ بہ اصل ونسل حکماء پارس گفتہ اند بہترین ہمہ چیز ہا دانش است وآن کس کہ او بہ زیورِعلم آراستہ نیست از دایرۂ انسانیت بیرون باشد۔

نوشیروان عادل گفتہ است سرّ ہمہ نیکی ہا دانش است وشرف و بزرگی از دانش باشد۔ ونیک آن کس بود کہ یارِاُودانا باشد۔

منوچہر گفتہ دانش چون چراغِ روشن است اگرچہ بسیار چراغ ہا ازان فروزند، ہیچ نور از وکم نہ شود، چینیان گفتہ اند دانش آرایش دین و دنیا است و ہمہ چیز ہا چون بسیار شود خوار وارزان گردد مگر دانش کہ ہر چند بیشتر شود عزیز شود۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شرف	بزرگی	فراست	دانائی (عقل)
باشد	ہوگا	است	ہے
کس	شخص	سرّ	راز
حکماء	حکیم کی جمع (حکمت والا)	عادل	انصاف کرنے والا

نوشیروان	ایران کا ایک عادل بادشاہ	پارس	ایران
آن	وہ	بُود	تھا
ہمہ	تمام، سب	نیست	نہیں ہے
دانا	عقلمند	دانش	عقل
بیرون	باہر	بسیار	بہت
منوچہر	مشہور ایرانی بادشاہ	ہیچ	کچھ، کوئی
فروزند	روشن ہوتے ہیں	نور	روشنی
شود	ہوتا ہے، ہوتی ہے	ارزان	سستا
بیشتر	اکثر	آراستہ	سنوارا ہوا

ترجمہ : کہانی ۔ا (عقل)

عزت اور بزرگی علم وادب سے ہوتی ہے نہ کہ خاندان اور نسب سے ۔ایران کے علقمندوں نے کہا ہے کہ سب سے اچھی چیز عقل ہے اور وہ شخص جس کی شخصیت علم کے زیور سے آراستہ نہیں ہے وہ انسانیت سے باہر ہوگا۔

نوشیروانِ عادل نے کہا ہے کہ تمام نیکیوں کا راز عقل ہے۔ بڑائی اور بزرگی عقل سے ہوتی ہے۔ وہ شخص بھلا ہے جس کا دوست عقلمند ہو۔

منوچہر نے کہا ہے کہ عقل روشن چراغ کی طرح ہے اگر چہ اس سے بہت سے چراغ روشن ہوتے ہیں لیکن اس کی روشنی کم نہیں ہوتی ہے۔

ملک چین کے رہنے والوں نے کہا ہے کہ عقل دین و دنیا کی سجاوٹ ہے اور چیزیں جب زیادہ ہوتی ہیں تو ان کی قدر و قیمت کم ہو جاتی ہے مگر عقل کہ جتنی زیادہ ہوتی ہے زیادہ عزیز ہوتی ہے۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

شرف	فضل	حکماء	پارس
دانش	بیرون	زیور	عادل
منوچہر	سرّ	ہیچ	آرائش
ارزان	بیشتر	عزیز	بزرگی

سوالات :

سوال۔۱ مندرجہ بالا اقوال سے کیا نصیحت ملتی ہے؟

سوال۔۲ ایران کے حکماء نے عقل کی کیا تعریف بیان کی ہے؟

سوال۔۳ نوشیروان نے دانش کے بارے میں کیا کہا ہے؟

سوال۔۴ منوچہر نے عقل کے بارے میں کیا کہا ہے؟

☆

حکایت ۔ ۲۵

سکندر و حاضرین مجلس

روزی سکندر به حاضرین مجلس گفت که گاہی کسی را محروم نہ کردم، ہر کس ہر چہ از من خواست بخشیدم شخصی آن وقت عرض کرد کہ خداوندا مرا یک درہم درکار است بہ بخش، سکندر فرمود کہ از پادشاہان چیزی محقّر خواستن بی ادبی است، آن شخص گفت کہ اگر پادشاہ را از یک درہم دادن شرم آید ملکی مرا بہ بخش سکندر گفت اول سوال کردی کم از مرتبۂ من و دیگر سوال کردی زیادہ از مرتبۂ خود، ہر دو سوال بی جا کردی، آن شخص لاجواب و شرمندہ گردید۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
سکندر	مشہور بادشاہ	من	میں
از	سے	مجلس	محفل
روزی	ایک دن	خواست	چاہا
با	ساتھ	گفت	کہا
شخصی	ایک شخص	گاہی	کبھی

کسی	کوئی شخص	مرا	مجھ کو
را	کو	محروم	جس کو کچھ نہ ملے
درہم	سکّہ	درکار	ضرورت
پادشاہ	بادشاہ	محقّر	حقیر
خواستن	چاہنا	بخشد	بخشے
زیاد	زیادہ	بی جا	بے ضرورت

ترجمہ : کہانی ۔۲۵ سکندراورحاضرینِ مجلس

ایک دن سکندر نے مجلس کے لوگوں سے کہا کہ میں نے کبھی کسی کو محروم نہیں کیا ہے۔ جس شخص نے مجھ سے جو چاہا میں نے اس کو دے دیا۔اس وقت ایک شخص نے عرض کیا کہ اے بادشاہ! مجھ کو ایک درہم کی ضرورت ہے بخش دیجئے۔سکندر نے فرمایا کہ بادشاہوں سے حقیر چیزوں کا مانگنا بے ادبی ہے۔اس شخص نے کہا کہ اگر بادشاہ کو ایک درہم دینے میں شرم آتی ہے تو ملک مجھے بخش دے۔سکندر نے فرمایا۔پہلا سوال جو تو نے کیا میرے مرتبے سے کم ہے اور دوسرا سوال جو تو نے کیا تیرے مرتبے سے زیادہ ہے۔تو نے دونوں سوال بے کار کئے ہیں۔وہ شخص لاجواب اور شرمندہ ہوگیا۔

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

سکندر	حاضرین	مجلس	گفت	محروم	گاہی
عرض	خداوند	درہم	فرمود	پادشاہان	محقّر
خواستن	شرم	سوال	مرتبہ	بی جا	شرمندہ

سوالات :

سوال ۔ا سکندر نے حاضرینِ مجلس سے کیا کہا ؟

سوال ۔۲ بادشاہوں سے کیا مانگنا چاہیئے ؟

سوال ۔۳ اس حکایت سے کیا نصیحت ملتی ہے؟

☆

حکایت ۔۲۹ (طوطی)

شخصی یک طوطی پرورد، اورا زبان فارسی آموخت، طوطی در جواب ہر شخص می گفت ''دراین چہ شک'' روزی آن شخصی طوطی را در بازار برای فروختن بُرد، وصدروپیہ قیمت آن اظہار کرد، مُغلی از طوطی پرسید کہ لائقِ صدروپیہ ہستی، گفت ''دراین چہ شک''، مغل خوشنود شد وطوطی را خرید و بخانۂ خود بُرد۔ ہر سخن کہ بہ طوطی می گفت جواب آن ''دراین چہ شک'' یافت، در دلِ خود شرمندہ و پشیمان گردید و گفت حماقت کردم کہ چنین طوطی خریدم گفت ''دراین چہ شک''، مغل راتبسّم آمد وطوطی را آزاد کرد۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
شخصی	ایک شخص	پرسید	پوچھا
یک	ایک	گفت	کہا
پرورد	پالا، پالی	خوشنود	خوش
آموخت	سکھایا	خانہ	گھر
سخن	بات	دراین چہ شک	اس میں کیا شک

یافت	پایا	روزی	ایک دن
در	میں	برای	واسطے
خود	اپنا	فروختن	بیچنا
حماقت	بےوقوفی	صد	سو
تبسّم	مسکراہٹ	مغلی	ایک مغل
آمد	آیا	آزاد	رہا

ترجمہ : کہانی۔ ۲۹ (طوطی)

ایک شخص نے ایک طوطی پالی اوراس کو فارسی زبان سکھائی۔طوطی ہر شخص کے جواب میں کہتی ''اس میں کیا شک'' ایک دن وہ شخص طوطی کو بیچنے کے لئے بازار میں لے گیا اوراس کی قیمت سوروپیہ بتائی۔ایک مغل نے طوطی سے پوچھا کہ تو سوروپیہ کے لائق ہے۔اس نے کہا،اس میں کیا شک ہے۔مغل خوش ہوااورطوطی کوخرید کراپنے گھر لے آیا۔ہر بات کہ جووہ طوطی سے کرتااس کا جواب (دراین چہ شک) اس میں کیا شک پاتا۔اپنے دل میں وہ شرمندہ اور پشیمان ہوااورکہا کہ میں نے اس طرح کی طوطی خرید کر بےوقوفی کی ہے۔طوطی نے کہا کہ اس میں کیا شک۔مغل کوہنسی آ گئی اورطوطی کوآزاد کردیا۔

☆

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

طوطی	پرورد	آموخت	فروختن	برای
صد	قیمت	اظہار	لایق	مغل
خوشنود	سخن	یافت	شرمندہ	پشیمان
حماقت	چنین	تبسّم	آزاد	صدروپیہ

سوالات :

سوال۔۱ طوطی کے مالک نے اس کو کون سی زبان سکھائی ؟

سوال۔۲ مغل نے کیا حماقت کی؟

سوال۔۳ طوطی ہر چیز کے جواب میں کیا کہتی تھی؟

سوال۔۴ مغل کو ہنسی کیوں آئی ؟

☆

حکایت ۔۳۰

(پادشاہ ظالم)

روزی بادشاہِ ظالم تنہا از شہر بیرون رفت ،شخصی را زیر درختی نشستہ دید۔ پرسید کہ پادشاہِ این ملک چگونہ است ظالم یا عادل ،گفت بسیار ظالم است ،بادشاہ گفت مرا می شناسی گفت نہ۔ بادشاہ گفت من سلطانِ این مملکت۔آن مرد ترسید و پرسید ،مرا می دانی پادشاہ گفت نہ ،گفت پسرِ صالح سوداگرم ہر ماہ، سہ روز دیوانہ می شوم ،امروز یکی از ان سہ روز است پادشاہ بہ خندید واورا ہیچ نہ گفت۔

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
روزی	ایک دن	تنہا	اکیلا
پادشاہ	بادشاہ	بیرون	باہر
ظالم	ظلم کرنے والا	زیر	نیچے
نشستہ	بیٹھا ہوا	دید	دیکھا

پرسید	پوچھا	چگونہ	کس طرح
عادل	انصاف کرنے والا	بسیار	بہت
منم	میں ہوں	سلطان	بادشاہ
مملکت	سلطنت	ترسید	ڈرا
پسر	لڑکا/بیٹا	ماہ	مہینہ
سہ	تین	خندید	ہنسا

ترجمہ : کہانی ۔ ۳۰

(ظالم بادشاہ)

ایک دن ظلم کرنے والا بادشاہ اکیلا شہر کے باہر گیا۔ایک شخص کو درخت کے نیچے بیٹھا دیکھا اور پوچھا کہ اس ملک کا بادشاہ کس طرح ہے؟ ظلم کرنے والا ہے یا انصاف کرنے والا۔اس شخص نے کہا 'بہت ظلم کرنے والا ہے'۔بادشاہ نے فرمایا۔تو مجھے جانتا ہے اس نے کہا نہیں۔بادشاہ نے فرمایا میں اس سلطنت کا بادشاہ ہوں۔وہ شخص ڈرا اور اس نے پوچھا' آپ مجھے جانتے ہیں' بادشاہ نے کہا، 'نہیں'۔اس نے کہا میں صالح سوداگر کا بیٹا ہوں ۔ ہر مہینے تین دن دیوانہ ہو جاتا ہوں اور آج انہیں تین دنوں میں سے ایک دن ہے۔بادشاہ ہنسا اور اس نے کچھ نہ کہا۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

ظالم	تنہا	بیرون	رفت	نشستہ	زیر
ملک	چگونہ	بسیار	سلطان	مملکت	مرد
صالح	پسر	ماہ	دیوانہ	خندید	ہیچ

سوالات :

سوال۔۱ بادشاہ نے درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے شخص سے کیا پوچھا؟

سوال۔۲ سوداگر کے بیٹے نے کیا جواب دیا؟

سوال۔۳ درخت کے نیچے کون بیٹھا ہوا تھا؟

سوال۔۴ بادشاہ کو ہنسی کیوں آئی؟

☆

انتخاب از کتاب اوّل

(iv) (الف) دبستانِ وزارت فرہنگِ ایران

جدید فارسی سیکھنے سکھانے کے لئے ’’دبستانِ فرہنگ وزارتِ ایران‘‘ نے ایک کورس مرتب کیا ہے۔ ہماری یہ کوشش ہے کہ فارسی زبان کے طلبہ و طالبات بھی جدید فارسی سے آشنا ہوں۔اسی کو مدّ نظر رکھتے ہوئے کچھ اسباق جو نصیحت آمیز اور صاف و سلیس بھی ہیں، ان کا انتخاب کتاب اوّل از دبستان وزارت فرہنگ ایران سے کیا جا رہا ہے۔اس میں چھوٹے چھوٹے جملوں کا استعمال کیا گیا ہے تا کہ طلبہ و طالبات جدید فارسی کو بہ آسانی سیکھ سکیں اور سمجھ سکیں۔

☆

(۱) دوستانِ آذر و دارا

آذر یک دوست خیلی خوب دارد۔اسم او ژالہ است۔دارا ہم یک دوست خیلی خوب دارد۔اسم او بیژن است۔ یک روز ژالہ و بیژن بہ دیدن آذر و دارا آمدند۔ژالہ برای آذر یک خرگوشِ کوچک آوردہ بود۔بیژن ہم برای دارا یک جوجہ آوردہ بود۔آذر و دارا خیلی ذوق کردند از مادر شان خواہش کردند کہ بہ آنہا چائی و شیرینی بدہد۔ مادر چائی حاضر کرد۔ چائی کہ حاضر شد با شیرینی خوردند۔بعد از آن ژالہ و بیژن خدا حافظی کردند و رفتند ۔

☆

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خیلی	بہت	خوب	اچھا
است	ہے	کوچک	چھوٹا
دیدن	دیکھنا	بود	تھا
ہم	بھی	جوجہ	مرغی کا چوزہ
مادر	ماں	شیرینی	مٹھائی

ترجمہ : (دوستان آذر و دارا)

آذر ایک بہت اچھا دوست رکھتا ہے۔اس کا نام ژالہ ہے۔دارا بھی ایک بہت اچھا دوست رکھتا ہےاس کا نام بیژن ہے۔ایک دن ژالہ و بیژن،آذر اور دارا کو دیکھنے کے لئے آئے۔(ملاقات کے لئے آئے) ژالہ آذر کے لئے ایک چھوٹا خرگوش لائی تھی۔بیژن بھی دارا کے لئے ایک مرغی کا چوزہ لایا تھا۔آذر اور دارا نے اس کو بہت پسند کیا۔یعنی بہت خوش ہوئے۔انہوں نے اپنی ماں سے خواہش ظاہر کی کہ وہ ان لوگوں کی چائے اور مٹھائی سے مہمان نوازی کریں۔یعنی چائے اور مٹھائی لائیں۔ماں چائے لائی۔جیسے ہی چائے آئی انہوں نے مٹھائی کے ساتھ چائے پی۔اس کے بعد ژالہ اور بیژن رخصت ہوئے اور ایک دوسرے کو خدا حافظ کہا۔

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

آذر	ژالہ	بیژن	دیدن	خرگوش	کوچک
ذوق	خواہش	چای	شیرینی	حاضر	بعد

سوالات :

سوال۔۱ آذر کے دوست کا کیا نام تھا؟

سوال۔۲ دارا کے دوست کا نام کیا تھا؟

سوال۔۳ ژالہ، آذر کے واسطے کیا چیز لائی؟

سوال۔۴ بیژن دارا کے لئے کیا لایا؟

☆

(۲) کُمک بہ دیگران

یک روز صبح آذر دید کہ زہرہ ہم کلاسِ او ناراحت است بہ او گفت ''زہرہ جان! چرا ناراحتی؟'' زہرہ گفت ''کتابم گم شدہ و من مشق ننوشتہ ام''۔ آذر گفت ''غصّہ نخور! بیا کتابِ من بگیر و مشقت را بنویس''۔ زہرہ از آذر تشکر کرد و مشغولِ نوشتن شد۔ آموزگار کہ فہمید۔ آذر بہ زہرہ کُمک کردہ است۔ بہ او گفت۔ ''آفرین بہ تو! آدم خوب و مہربان ہر وقت کہ بتواند بہ دیگران کُمک می کُند''۔

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
ہم کلاس	ہم جماعت	ناراحت	رنجیدہ
چرا	کیوں	غصّہ نخور	غصّہ مت کر
بیا	آ	کتابِ من	میری کتاب
را	کو	از	سے
آموزگار	استاد	کمک	مدد
آفرین	شاباش	او	وہ

ترجمہ : (کمک بہ دیگران)

ایک دن آذر نے دیکھا کہ اس کی ہم جماعت زہرہ آرام میں نہیں ہے یعنی پریشان ہے۔اس نے کہا ''پیاری زہرہ تم کیوں پریشان ہو؟'' زہرہ نے کہا ''میری کتاب کھوگئی ہے۔ میں نے مشق نہیں لکھی ہے''۔آذر نے کہا ''رنجیدہ مت ہو یعنی پریشان مت ہو! آؤ اور میری کتاب لے لو اور تمہاری مشق لکھو'' زہرہ نے آذر کا شکریہ ادا کیا اور لکھنے میں مصروف ہوگئی''۔استاد نے سمجھ لیا کہ آذر نے زہرہ کی مدد کی ہے۔استاد نے اس سے کہا ''شاباش! اچھا اور مہربان آدمی ہر وقت کہ جب بھی اس سے ہوسکے دوسروں کی مدد کرتا ہے۔

مشق : مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

کمک	ناراحت	گفت	زہرہ	مشق	غصّہ	مشقت
تشکر	نوشتن	مشغول	آموزگار	فہمید	آفرین	مہربان

سوالات :

سوال۔ا مندرجہ بالا سبق سے کیا نصیحت ملتی ہے؟

سوال۔۲ زہرہ کیوں پریشان تھی؟

سوال۔۳ استاد نے کیا کہا؟

☆

(۳) پروینؔ اعتصامی

خانم پروینؔ اعتصامی دختر یوسف اعتصامی در سال ۱۲۸۵ شمسی در تبریز از مادر زاد تحصیلاتِ خود را در کالج امریکائی بہ پایان رسانید۔ پروینؔ ادبیات فارسی و عربی را نزدِ پدرش آموخت و آنان جا کہ اعتصامی از دانشمندان و ادیبانِ نامور بود۔ بہ پروینؔ در راہی کہ خواست کمک شایانی کرد۔ در فنِ شعر میانِ زنانِ عصر خویش بنوع پیدا کرد۔ دریغ کہ این بنوع کہ می توانست بہ رونقِ شعر و ادب کمک شایانی کند۔ زود سپری گردید و در شب شنبہ ۱۶ فروردین ماہ ۱۳۲۰ حالی جہان را ترک گفت۔ دیوانِ پروینؔ متجاوز از ۵۰۰۰ بیت است کہ با مقدمہ ای بہ قلم استادِ سخن ''ملکِ الشعراء بہارؔ'' بہ چاپ رسید۔

(ماخوذ از محمد باقر۔ سخن داران معاصر)

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
خانم	محترمہ	دختر	لڑکی، بیٹی
نامور	مشہور	نوع	قسم

نزد	پاس،قریب	خویش	اپنا
دریغ	افسوس	انان	آن کی جمع،وہ
تحصیلات	تحصیل کی جمع۔حاصل کرنا	فروردین	شمسی سال کا پہلا مہینہ، انگریزی کے مطابق مارچ

☆

ترجمہ : (پروین اعتصامی)

یوسف اعتصامی کی لڑکی محترمہ پروین اعتصامی ۱۲۸۵ شمسی میں تبریز میں پیدا ہوئی تھیں۔انہوں نے اپنی تعلیمات امریکا کے کالج میں پوری کی۔پروین نے عربی و فارسی ادبیات کی تعلیم اپنے والد کے پاس رہ کر پوری کی۔اعتصامی کا شمار اس زمانے کے مشہور عالموں اور ادیبوں میں ہوتا تھا۔اس لئے پروین نے جن علوم میں مدد چاہی اس میں کافی مدد ان کو ملی۔فن شعر و ادب میں اپنے زمانہ کی عورتوں میں انہوں نے جدا گانہ رنگ اختیار کیا۔افسوس کہ یہ جداگانہ رنگ جو شعر و ادب کو بہت آگے بڑھا سکتا تھا جلد ہی ختم ہو گیا اور سنیچر کی رات ۱۶ رفروردین ۱۳۲۰ شمسی میں اس دنیا کو چھوڑ دیا (یعنی انتقال ہو گیا)۔پروین کے دیوان میں پانچ ہزار سے زیادہ اشعار ہیں جس کو مشہور شاعر ملک الشعراء بہار نے اپنے مقدمہ کے ساتھ شائع کیا ہے۔

☆

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

خانم	دختر	تبریز	پایان	پروین	ادبیات
نزد	آموخت	دانشمند	نامور	خواست	کمک
نوع	عصر	دریغ	شب	ترک	دیوان
متجاوز	سخن	ملک الشعراء	رونق	مادرزاد	زود

سوالات :

سوال۔۱ پروینؔ اعتصامی کس کی بیٹی تھیں؟

سوال۔۲ پروینؔ اعتصامی کے دیوان کو کس نے شائع کیا؟

سوال۔۳ پروینؔ اعتصامی کون سے سن میں پیدا ہوئیں؟

سوال۔۴ پروینؔ اعتصامی کا انتقال کب ہوا؟

☆

گلستان

''گلستان'' سعدؔی کی شاہکار تصنیف ہے۔ یہ کتاب ۶۵۶ھ میں پایۂ تکمیل کو پہنچی۔ سعدؔی ایک قادرالکلام شاعر اور معجز بیان نثر نگار تھے۔ فارسی ادبیات کی تاریخ میں سعدؔی کا مقام نہایت بلند ہے لیکن یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ ان کو یہ بلند مقام شاعری کی وجہ سے حاصل ہوا ہے یا نثر نگاری کے باعث۔ بہاؔر نے لکھا ہے کہ سعدؔی کی شخصیت اور استادانہ عظمت کو ''گلستاں'' میں دیکھنا چاہیئے۔ اگر اس چھوٹی سی مگر گرانقدر نثر کی کتاب کا وجود باقی نہ رہتا تو سعدؔی کی دوتہائی عظمت جاتی رہتی اور فارسی ادب اس گراں بہا اور عظیم ذخیرے سے محروم رہ جاتا کیونکہ ایسی کتاب نہ عصر گذشتہ میں لکھی گئی نہ زمانۂ آئندہ میں لکھی جائے گی۔ (بہاؔر، سبک شناسی، ج ۳ ص ۱۲۵)

''گلستان'' کو شیخ سعدؔی کے کلام کا خلاصہ اور لب لباب سمجھنا چاہیے۔ فارسی نثر میں کوئی کتاب اس قدر مقبول نہیں ہوئی جتنی ''گلستان'' مقبول ہوئی۔ ایران، افغانستان، ہندوستان اور پاکستان میں ''گلستان'' کسی نہ کسی صورت میں شامل نصاب ہے۔ اسے فارسی زبان کا ذوق رکھنے والا ہر شخص پڑھتا ہے۔

گلستان میں ادبی اور اخلاقی مضامین ہیں اس وجہ سے ہر زمانے میں مقبول خاص و عام رہی ہے۔اس کتاب کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ اس میں روزمرّہ کی زندگی کے حالات و واقعات نہایت فصاحت و بلاغت کے ساتھ بیان کیئے گئے ہیں۔حسن بیان اور لطف ادا نے اسے اور بھی دلچسپ بنا دیا ہے۔

''گلستان'' ایک تمہید اور ۸ ابواب پر مشتمل ہے جس کی ترتیب حسب ذیل ہے :۔

باب اول : ''سیرت پادشاہان''

باب دوم : ''اخلاق درویشان''

باب سوم : ''فضیلتِ قناعت''

باب چہارم : ''فضیلتِ خاموشی''

باب پنجم : ''عشق و جوانی''

باب ششم : ''ضعف و پیری''

باب ہفتم : ''تاثیر ترتیب''

باب ہشتم : ''آداب صحبت''

یوں تو ''گلستان'' کے اسلوب پر مستقل ایک کتاب لکھنے کی ضرورت ہے لیکن

یہاں بقدر گنجائش اس کی صرف چند خصوصیات درج کی جاتی ہیں :

ا۔ سعدیؔ عموماً چھوٹے چھوٹے فقرے لکھتے ہیں لیکن بقول مولانا حالیؔ یہ ''ریشم کے لچھے معلوم ہوتے ہیں''۔ آپ کی نثر میں نظم کی سی روانی ہے۔

۲۔ ''گلستان'' کی تشبیہات بہت سادہ، شگفتہ اور تازہ ہیں۔

۳۔ ایجاز و اختصار کے معاملے میں بھی یہ کتاب اپنی مثال آپ ہے۔ سعدیؔ وسیع مضامین کو مختصر الفاظ میں اس طرح لاتے ہیں کہ معنیٰ کی ایک دنیا ان میں سما جاتی ہے۔ اس فن میں سعدیؔ کے پایہ کو اور کوئی ادیب نہیں پہنچ سکا۔

۴۔ موزون، متناسب اور ہم آہنگ الفاظ کے استعمال میں بھی سعدیؔ کو خاص ملکہ حاصل تھا۔ ان کے جملوں اور فقروں سے وہی کیفیت پیدا ہوتی ہے جو خوش آہنگ سُروں کو سننے سے پیدا ہوتی ہے۔ چند مثال ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

مثالیں :

''محال است کہ ہنرمندان بمیر ندو بی ہنران جایٔ ایشان گیرند''

''نان جو خوردن و نشستن بہ از کمر زرین بستن و بخدمت ایستادن''

۵۔ آپ کے فقروں میں اتنی بے ساختگی پائی جاتی ہے کہ ان میں سے بعض کو ضرب المثل کا درجہ حاصل ہو گیا ہے مثلاً ''دروغ مصلحت آمیز بہ از راستی فتنہ انگیز''۔

توانگری بہ دل است نہ بمال
و بزرگی بہ عقل است نہ بسال

۶۔ مسجع و مقفع عبارت آرائی میں بھی سعدؔی کو مہارتِ کلی حاصل ہے۔ انہوں نے نظم کی طرح نثر کے فقرات میں بھی اکثر سلاست و جامعیت کا خیال رکھا ہے اور مقفع و مسجع عبارت لکھی ہے کہ جملوں میں نزاکت، لطافت اور شعریت پیدا ہو گئی ہے۔

'' افعی کشتن و بچہ اش نگہداشتن کار خردمندان نیست''
'' ہنوز نگران است کہ ملکش بادگران است''

۷۔ سعدؔی کے گلستان کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ نثر میں اس خوبصورتی اور موزونیت کے ساتھ نظم کا پیوند لگاتے ہیں کہ وہ نثر کا ہی ایک حصّہ معلوم ہوتی ہے۔ اس سے مضمون زیادہ موثر اور دلچسپ ہو جاتا ہے۔

۸۔ سعدیؔ نے گلستان کی عبارت کو احادیثِ نبویؐ اور آیاتِ قرآنی سے بھی زینت بخشی ہے۔یہی وجہ ہے کہ مضمون میں بلندی پیدا ہوگئی ہے۔

''گلستان'' کے مطالعہ سے یہ بات بھی روشن ہوتی ہے کہ سعدیؔ کی حیثیت ایک معلّم اخلاق کی ہے۔انہوں نے بہت سے اخلاقی مسائل پر روشنی ڈالی ہے۔اس کتاب کا شاید ہی کوئی ایسا صفحہ ہوگا جس میں اخلاقی تربیت کا مؤثر سبق نہ ملتا ہو اور اس وجہ سے آپ کا مقام بھی بہت بلند ہے۔

سعدیؔ معلّم اخلاق تو تھے لیکن ان کے بعض اخلاقی نظریے عام اخلاقی نظریوں سے مختلف نظر آتے ہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ بادشاہِ وقت یا حاکم کی ہاں میں ہاں ضرور ملانی چاہیے خواہ وہ غلطی پر ہی کیوں نہ ہو۔اگر بادشاہ دن کو رات کہے تو کہو،جی ہاں رات ہی ہے۔وہ دیکھئے چاند چمک رہا ہے اور ستارے ٹمٹمارہے ہیں۔

اگر شہ روز را گوید شب است این

بباید گفت اینک ماہ و پروین

انسان کی عادت بدل جاتی ہے مگر اس کی فطرت نہیں بدلتی خواہ اسے کتنی ہی عمدہ تربیت کیوں نہ دلائی جائے لیکن یہ بھی اپنی جگہ پر درست ہے کہ کوئی شخص فطرتاً برا نہیں ہوتا۔دراصل ماحول کے اثر سے انسان برا یا بھلا ہوتا ہے۔سعدیؔ اس کے برعکس یوں

فرماتے ہیں کہ :

زمین شورہ سنبل بر نیارد
درو تخم عمل ضائع مگرادن

دوسری جگہ فرماتے ہیں کہ :

نکوی بابدان کردن چنان است
کہ بد کردن بجای نیک مردان

اس شعر کا مفہوم اپنی جگہ، لیکن اونچے اخلاق کا تقاضہ یہ ہے کہ بُروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کیا جائے۔ ممکن ہے اس طرح اس کی اصلاح ہو جائے۔

☆☆☆

سوانح مصلح الدین سعدؔی شیرازی

عہد ایلخانی فتنہ وفساد کا دور ہے۔ سرزمین ایران میں بے گناہوں کے قتل وخونریزی کا عہد ہے، گھروں، مسجدوں، تعلیمی اداروں اور کتب خانوں کی ویرانی کا دور ہے، اسی پر فتن دور میں سعدؔی شیرازی پیدا ہوئے جن کے ادبی کارناموں نے اہل ایران کے مجروح دلوں پر مرہم کا کام کیا۔

سعدؔی کے نام میں محققین کے درمیان اختلاف رائے پایا جاتا ہے لیکن بیشتر محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان کا نام شرف الدین مصلح بن عبداللہ سعدؔی تھا۔ آپ کی تاریخ پیدائش میں بھی شدید اختلاف ہے۔ وجہ یہ ہے کہ کسی بھی قدیم تذکرے میں آپ کی پیدائش کا سال درج نہیں ہے۔ محققین نے آپ کی پیدائش کی دو تاریخیں لکھی ہیں ایک ۵۸۵ھ اور دوسری ۶۰۶ھ۔ آپ کے سلسلے میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ سو سال سے زاید زندہ رہے۔ رضا زادہ شفق نے گلستان جو ۶۵۶ھ میں تصنیف ہوئی، سے ایک شعر نقل کیا ہے جو یوں ہے :

ای کہ پنجاہ رفت و در خوابی!

مگر این پنج روزہ در یابی

اور لکھا ہے کہ اس شعر کی روشنی میں ۶۰۶ ھ میں پیدا ہوئے ہوں گے۔ مختلف قرائن کے پیش نظر یہی سال درست معلو ہوتا ہے۔ آپ کی وفات ۶۹۱ ۔ ۶۹۴ ھ کے درمیانی سالوں میں خود ان کے وطن شیراز میں ہوئی اور وہ اسی شہر میں دفن ہوئے۔ آپ کا مزار ''سعدیہ'' کے نام سے مشہور ہے اور زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ سعدیؔ کی وفات کے مذکورہ سال سے تقریباً تمام تذکرہ نگار اور تاریخ نگار متفق ہیں۔

عین جوانی میں سعدیؔ سایۂ پدری سے محروم ہو گئے جیسا کہ درج ذیل اشعار سے ظاہر ہے :

مرا باشد ز حال طفلان خبر
کہ در طفلی از سر برفتم پدر
من آنکہ سر تاجور داشتم
کہ سر در کنار پدر داشتم

سعدیؔ کے اجداد اہل علم و دانش تھے اور علوم دینی میں شہرت رکھتے تھے۔ خود فرماتے ہیں :

ہمہ قبلۂ من عالمان دین بودند
مرا معلم عشق تو شاعری آموخت

سعدیؔ نے ابتدائی تعلیم شیراز میں حاصل کی اور اس کے بعد بغداد روانہ ہوئے اور

وہاں مشہور مدرسہ نظامیہ اور دوسری علمی محفلوں میں کسب علوم کیا۔ جوانی ہی سے بے چین طبیعت رکھتے تھے۔ کسی ایک جگہ پابند ہو کر نہ رہے۔ ساری دنیا میں گھومنا اور لوگوں کو دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کا وطن ایران مغلوں کے ہجوم میں گرفتار اور فارس خوارزم شاہیوں اور اتابکوں کی اولاد کی کشمکش میں مبتلا تھا۔ اس لئے ان کا دل اپنے وطن سے اچاٹ ہو گیا اور پھر انہوں نے جہاں گردی شروع کر دی اور ۳۰ سے ۴۰ سال کی مدت مسافرت ہی میں گذاری۔ بغداد، شام اور مکہ سے لے کر شمالی افریقہ تک گھومتے رہے، مختلف شہر اور گوناگوں ملتوں کو دیکھا، مختلف مذاہب اور فرقوں سے واقف ہوئے اور مختلف طبقات انسانی سے اختلاط پیدا کیا۔ غالباً اس مسافرت کا آغاز غیاث الدین خوارزم شاہی کے حملۂ فارس کے سال یعنی ۶۲۲ ھ سے ہوا ہوگا اور اگر گلستان کی بعض حکایتیں صرف شاعرانہ تخیلات نہیں ہیں تو سعدیؔ نے کاشغر، ہندوستان اور ترکستان کا بھی سفر کیا ہے۔ ایک روایت کی رو سے وہ مکہ کے سفر میں تبریز پہنچے اور وہاں اباقا آن صاحب دیوان اور اس کے بھائی سے ملاقات کی۔

اس طولانی سفر اور آفاق و انفس کی سیر کے بعد سعدیؔ تجارت معنوی اور افکار عالیہ کی ایک دنیا لئے ہوئے شیراز واپس آئے۔ وہاں ان کے ممدوح اور سرپرست اتابک ابو بکر بن سعد بن زنگی (۶۲۳۔۶۶۸ ھ) حاکم تھا اور چاروں طرف امن و امان تھا، جیسا کہ سعدیؔ فرماتے ہیں :

چو باز آمدم کشور آسودہ دیدم

پلنگا رہا کردہ خوئ پلنگی

اسی عہد میں سعدؔی کو فراغت نصیب ہوئی۔ لہٰذا انہیں تصنیف و تالیف کا خیال آیا اور ''گلستان'' و ''بوستان'' لکھی۔ اپنے نغموں اور اپنے کلام کو یکجا کیا۔ بکھرے ہوئے اشعار و قطعات کو مرتب کیا۔ سعدؔی ان خوش نصیب شاعروں میں ہیں جنہوں نے اپنی جوانی کی ابتدا میں ہی اپنی شہرت کا غلغلہ سنا اور ان کی یہ ناموری اتابک ابوبکر کے زمانے میں کمال کو پہنچی جیسا کہ ''بوستان'' میں ایک جگہ فرماتے ہیں :

کہ سعدؔی کہ گوئ بلاغت ربود

در ایام بو بکر بن سعد بود

''گلستان'' اور ''بوستان'' کے علاوہ سعدؔی کے قصائد، غزلیات، قطعات، ترجیع بند، رباعیات، مقالات اور عربی قصائد بھی ہیں جو ان کے کلیات میں جمع کر دئے گئے ہیں۔ سعدؔی اتابکان فارس کے علاوہ صاحب دیوان اور اس کے بھائی عطا ملک جیسے مشاہیر سے بھی تعلق رکھتے تھے۔ ان کی مدح بھی کی ہے۔ اپنے زمانے کے شاعروں اور ادیبوں سے بھی ان کے تعلقات اچھے تھے۔ چنانچہ مجد ہمگر جو خود اتابک ابوبکر کے دربار سے منسلک تھا، سعدؔی کے بارے میں لکھتا ہے :

از سعدؔی مشہور سخن شعر روان جوی

کو کعبہ فضل است دلش چشمۂ زمزم

علاوہ ازیں خواجہ حافظؔ شیرازی، امیر خسروؒ دہلوی جیسے عظیم غزل گو شاعروں نے بھی سعدیؔ کی برتری اور بزرگی کو قبول کیا ہے۔

آیندہ نسلوں نے سعدیؔ کا جتنا اثر قبول کیا، دنیا میں ان کی جتنی شہرت ہوئی، مشرق خصوصاً ایرانی ادبیات پر انھوں نے جو اثر ڈالا ان کی یہ تمام خوبیاں نا قابل بیان ہیں۔

☆☆☆

(ب) انتخاب از گلستانِ سعدی

حکایت ۔ ۲۰

آوردہ اند کہ نوشیروانِ عادل را در شکارگاہی صیدی کباب می کردند و نمک نہ بود غلامی بُروستا دوانیدند تا نمک آرد نوشیروان گفت بہ قیمت بستان تا رسمی نگردد و دہ خراب نہ شود گفتند ازین قدر چہ خلل زاید، گفت بنیادِ ظلم اندر جہان اول اندک بودہ است و ہر کس کہ آمد بران مزید کرد تا بدین غایت رسید۔

قطعہ

اگر ز باغِ رعیت ملک خورد سیبی | بر آورند غلامانِ او درخت از بیخ

بہ پنج بیضہ کہ سلطان ستم روا دارد | زنند لشکریانش ہزار مرغ بہ سیخ

☆

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
آوردہ اند	لوگوں نے بیان کیا ہے	صید	شکار
بود	تھا	نوشیروان	ایران کا مشہور بادشاہ
غلام	نوکر	روستا	گاؤں
تا	تک	بِستان	لے
دِہ	گاؤں	شود	ہوتا ہے یا ہوگا
چہ	کیا	خلل	نقصان
زاید	پیدا ہوگا	اندک	تھوڑا
مزید	زیادہ	آمد	آیا
غایت	انتہا	رسید	پہنچا
رعیت	رعایا، مخلوق	بیخ	جڑ
پنج	پانچ	بیضہ	انڈا
ستم	ظلم	روا	جائز

ترجمہ : کہانی ۔ ۲۰

بیان کیا جاتا ہے کہ انصاف پسند نوشیروان کے لئے کسی شکارگاہ میں ایک شکار کے کباب تیار کر رہے تھے اور نمک نہ تھا۔انہوں نے ایک نوکر گاؤں کو روانہ کیا تا کہ نمک لے آئے۔نوشیروان نے حکم دیا۔دام دے کر لانا کہیں یہ رسم نہ پڑ جائے اور گاؤں تباہ نہ ہو جائے۔لوگوں نے کہا اتنے سے نمک سے کیا نقصان پیدا ہوگا۔اس نے کہا ظلم کی بنیاد دنیا میں پہلے تھوڑی ہی سی تھی پھر جو بھی آیا اس میں اضافہ کیا یہاں تک کہ اس درجہ کو پہنچ گئی۔

قطعہ (ترجمہ)

اگر بادشاہ رعایا کے باغ سے ایک سیب کھائے
تو اس کے نوکر جڑ سے درخت ہی اکھاڑ ڈالیں گے

اگر بادشاہ پانچ انڈے کے برابر ظلم جائز سمجھے
تو اس کے سپاہی ہزار مرغ کو سیخ پر چڑھا دیں گے

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ کو لکھ کر مشق کریں۔

نوشیروان	عادل	صید	نمک	رُوستا
قیمت بستان	قدر	خلل	زاید	بنیاد
اندک	مزید	غایت	رسید	رعیت
بیخ	پنج	بیضہ	ستم	لشکر

سوالات :

سوال۔۱ مندرجہ بالا حکایت سے کیا نصیحت ملتی ہے؟

سوال۔۲ نوشیروان عادل نے شکار گاہ میں کیا منگوایا؟

سوال۔۳ نوشیروان عادل کہاں کا رہنے والا تھا؟

سوال۔۴ ظلم کی بنیاد دنیا میں کیسے پڑی؟

☆

حکایت ـ ۲۲

مردم آزاری را حکایت کنند کہ سنگی بر سرِ صالحی زد۔ درویش را مجال انتقام نہ بود سنگ را نگاہ می داشت تا زمانی کہ ملک را بران لشکری خشم آمد و در چاہ کرد درویش اندر آمد و سنگ بر سرش کوفت گفتا تو کیستی واین سنگ چرا زدی گفت من فلانم واین ہمان سنگ ست کہ درفلاں تاریخ بر سرِ من زدی گفت چندین روزگار کجا بودی گفت از جاہت اندیشہ می کردم اکنون کہ در چاہت دیدم فرصت غنیمت دانستم۔

مثنوی

نا سزائی را کہ بینی بختیار | عاقلان تسلیم کردند اختیار
چون نداری ناخن درّندہ تیز | با بدان آن بہ کہ کم گیری ستیز
ہر کہ با فولاد بازو پنجہ کرد | ساعد سیمینِ خود را رنجہ کرد
باش تا دستش بہ بندد روزگار | پس بکامِ دوستان مغزش برآر

☆

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
مردم	لوگ	آزار	ستانا
سنگ	پتھر	صالح	نیک
درویش	فقیر	داشت	رکھا
خشم	غصّہ	چاہ	کنواں
چرا	کیوں	من	میں
ہمان	وہی	روزگار	زمانہ
اکنون	اب	فرصت	موقع
غنیمت	مناسب	ساعد	کلائی
باش	رہ	کام	مقصد

ترجمہ : کہانی ۔ ۲۲

ایک مردم آزار کا قصّہ بیان کرتے ہیں کہ اس نے ایک پتھر ایک نیک آدمی کے سر پر مارا۔اس فقیر میں بدلہ لینے کی طاقت نہ تھی۔وہ پتھر کو محفوظ رکھتا رہا۔اس وقت تک کہ بادشاہ کو اس سپاہی پر غصّہ آیا اور اس کو کنویں میں قید کر دیا۔فقیر اس جگہ پہنچا اور اس سپاہی

کے سر پر پتھر مارا۔اس نے کہا تو کون ہے اور تو نے پتھر کیوں مارا۔اس نے کہا میں فلاں ہوں اور یہ وہی پتھر ہے جو فلاں تاریخ کو تو نے میرے سر پر مارا تھا۔اس نے کہا تو اتنے زمانے تک کہاں تھا،فقیر بولا میں تیرے عہدے سے ڈرتا تھا اب جبکہ میں نے تجھے کنویں میں قید دیکھا تو موقع مناسب سمجھا!

ترجمہ مثنوی

جب تو کسی نالائق کو نصیبہ ور دیکھے (تو چُپ رہ کہ)
عقلمندوں نے ایسے موقع پر تابعداری اختیار کر لی ہے
جب تو پھاڑنے والے تیز ناخن نہیں رکھتا
تو بہتر یہ ہے بڑوں سے لڑائی مول نہ لے
جس نے فولادی بازو والے سے پنجہ لڑایا
اس نے اپنے چاندی کے سے نازک پہونچے کو ستایا
اس وقت تک ٹھہر جب تک زمانہ اسکے ہاتھ باندھے
پھر دوستوں کے اقبال سے اس کا بھیجا نکال دے

☆

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

سنگ	صالح	درویش	مجال	انتقام	خشم
چاہ	اکنون	فرصت	غنیمت	ساعد	فولاد

سوالات :

سوال۔۱ مندرجہ بالا حکایت سے کیا نصیحت ملتی ہے؟

سوال۔۲ مردم آزار نے کس کے سر پر پتھر مارا؟

سوال۔۳ پتھر کو فقیر نے حفاظت سے کیوں رکھا؟

☆

حکایت ۔ ۲۶

یکی را از ملوکِ عرب شنیدم کہ با متعلقانِ دیوان می گفت کہ مرسومِ فلان را چندانکہ هست مضاعف کنید کہ ملازمِ درگاہ است و مترصّدِ فرمان و دیگر خدمتگاران بہ لہو ولعب مشغول و در ادائی خدمت متہاوِن صاحبدلی بشنید فریاد و خُرُوش از نہادش برآمد پرسیدندش کہ چہ دیدی گفت مراتبِ بندگان بدرگاہِ خدائے تعالیٰ ہمین مجال دارد۔

نظم

دو بامداد گر آید کسی بخدمت شاہ
سُوم ہر آئنہ دروی کند بلطف نگاہ

امید ہست پرستندگانِ مخلص را
کہ نا امید نگردند ز آستان الٰہ

☆

مشکل الفاظ اور ان کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
یکی	ایک	را	کو
از	سے	گفت	کہا
مرسوم	تنخواہ	مضاعف	دوگنی
ملازم	نوکر	متردّد	منتظر
لہوولعب	کھیل کود	مشغول	مصروف
متہاون	سُست	خروش	شور
بامداد	صبح	لطف	مہربانی
فرمان	حکم	حرمان	محرومی
سیما	پیشانی	آستان	چوکھٹ

ترجمہ : کہانی ۔ ۲۶

میں نے عرب کے ایک بادشاہ کے بارے میں سنا کہ کچہری والوں سے کہہ رہا تھا کہ فلاں شخص کی تنخواہ جس قدر ہے اس سے دوگُنی کر دو کیوں کہ وہ دربار کا حاضر باش ہے اور حکم کا منتظر رہتا ہے اور دوسرے خدمت گار کھیل کود میں مشغول اور خدمت کرنے میں

سُست ہیں ۔ایک صاحب دل نے یہ بات سن لی فریاد اور شور کرنا شروع کر دیا۔لوگوں نے اس سے دریافت کیا کہ تو نے کیا دیکھا۔اس نے کہا کہ بندوں کے مرتبے خدا کے دربار میں بھی اسی طرح ہیں۔

ترجمہ نظم

دو روز صبح کو اگر کوئی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہو
تو تیسرے روز بادشاہ اس کو مہربانی سے دیکھے
اخلاص سے عبادت کرنے والوں کو یہ امید ہے
کہ وہ خدا کی چوکھٹ سے ناامید واپس نہ ہوں گے

☆

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

ملوک	عرب	متعلقان	مرسوم
مترصّد	لہوولعب	متہاون	خروش
مخلص	آستان	لطف	فرمان
مضاعف	بامداد	حرمان	پیشانی

سوالات :

سوال۔۱ مندرجہ بالا حکایت سے کیا نصیحت ملتی ہے؟

سوال۔۲ بادشاہ نے کس غلام کی تنخواہ دوگنی کی؟

سوال۔۳ صاحب دل نے فریاد اور شور کرنا کیوں شروع کیا؟

☆

حکایت ۔ ۳۶

دو برادر بودند یکی خدمت سلطان کردی و دیگری بسعی باز وخوردی باری این توانگر گفت درویش را کہ چرا خدمت نہ کنی تا از مشقتِ کار کردن برہی گفت تو چرا کارِ نہ کنی تا از مذلّتِ خدمت رستگاری یابی کہ خردمندان گفتہ اند کہ نانِ جو خوردن و نشستن بہ کہ کمرِ زرّین بستن وخدمت استادن۔

بیت

بدست آہک تفتہ کردن خمیر　　بہ ا زدست بر سینہ پیش امیر

قطعہ

عمرِ گرانمایہ درین صرف شد　　تاچہ خورم صیف و چہ پوشم شتا
ای شکم خیرہ بنانی بساز　　تا نہ کنی پشت بخدمت دوتا

مشکل الفاظ اوران کے معانی

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
برادر	بھائی	یکی	ایک
سعی	کوشش	توانگر	مالدار

درویش	فقیر	چرا	کیوں
مشقت	محنت	خردمند	عقل مند
کردن	کرنا	نان	روٹی
کار	کام	جو	ایک قسم کا ناج ہے
بستن	باندھنا	استادن	کھڑا ہونا
صیف	کمزور	شتا	سردی
شکم	پیٹ	آہک	چُونا

ترجمہ : کہانی ۔ ٣٦

دو بھائی تھے۔ایک بادشاہ کی نوکری کرتا تھا اور دوسرا اپنے بازو کی کمائی کھاتا تھا۔ایک مرتبہ اس مالدار نے اس فقیر کو کہا کہ تو بادشاہ کی نوکری کیوں نہیں کرلیتا تاکہ مزدوری کی محنت سے چھوٹ جائے۔اس نے کہا تو مزدوری کیوں نہیں کرتا تاکہ خدمتگاری کی ذلّت سے چھٹکارا حاصل کرلے۔اس لئے کہ عقلمندوں نے کہا ہے کہ جو کی روٹی کھالینا اور بیٹھ جانا زرّیں پٹی باندھنے اور دربار میں کھڑا رہنے سے بہتر ہے۔

ترجمہ بیت

ہاتھ سے گرم چونے کو گوندھنا امیر کے سامنے سینے پر ہاتھ رکھنے سے بہتر ہے

ترجمہ قطعہ

قیمتی عمر اسی میں صرف ہوگئی — کہ گرمیوں میں کیا کھاؤں اور جاڑوں میں کیا پہنوں
اے بے شرم ایک روٹی پر قناعت کر لے — تا کہ خدمت گاری میں کمر دوہری نہ کرے

مشق :

مندرجہ ذیل الفاظ لکھ کر مشق کریں۔

برادر	خدمت	سعی	تونگر	درویش
مشقت	خردمند	نان	خوردن	نشستن
بستن	استادن	آہک	خیرہ	گرانمایہ

سوالات :

سوال۔۱ مندرجہ بالا حکایت سے کیا نصیحت ملتی ہے؟
سوال۔۲ حکایت میں عقلمندوں کا کیا قول نقل کیا ہے؟
سوال۔۳ دو بھائی کیا کام کرتے تھے؟

☆☆☆

Unit-III

حصہ نظم

سوانح بزمؔی ٹونکی

سیدزین الساجدین ابن حمیداحسن متخلص بہ بزمؔی ٹونکی ۲۳/اپریل ۱۹۳۱ء کو راجستھان کے مردم خیزضلع ٹونک میں پیدا ہوئے۔ پرورش وپرداخت والدمحترم کے سایۂ عاطفت میں پائی۔ بزمؔی کواپنے نانا مولانا سیدمحمدطلحہ کی شفقت حاصل رہی جواورینٹل کالج لاہور کے پروفیسر تھےاورعربی وفارسی دونوں زبانوں کے ماہر تھے،اس کے علاوہ مولانا منظوراحمدکوثرسندیلوی،مولانا احمدہاپوڑی اورمولانارضی وغیرہ سےبھی اکتساب فیض کیا۔ دس نومبر ۲۰۱۱ءکوبزمؔی نےاس جہانِ فانی کوخیرباد کہا۔بزمؔی ٹونکی نےغزل ورباعی،قصیدہ سبھی اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہےاوران کےلوازمات کواپنی شاعری میں نہایت خوبی سے استعمال کیا ہے۔ وہ فارسی اوراردو دونوں زبانوں میں شاعری کرتے تھے۔ بزمؔی تصوف کےرمزآشنا تھے،ان کی شاعری میں تصوف کےمسائل نہایت خوبی سے بیان کئے گئے ہیں۔وہ اپنی بات کونہایت سادہ اورسلیس زبان میں کہتے ہیں لیکن اس سادگی میں بھی زبان کا چٹخارہ اورادبی چاشنی کا لطف موجود ہے۔ بندش کی چستی،عمدہ تراکیب نیز تشبیہ واستعارے کی برجستگی ان کےکلام کانمایاں وصف ہے،ان کی شاعری میں قرآنی آیات، احادیث اوراصطلاح تصوف کا برمحل استعمال ان کی وسعت مطالعہ،بلندی تخئیل اور

قادرالکلامی پردال ہے۔ وہ شہر دلبراں کو حدیث دیگراں کے پیرایہ میں ایسی دلکش شاعرانہ زبان میں استعمال کرتے ہیں کہ زبان سے بے ساختہ ع

از دل خیزد بردل ریزد

نکل جاتا ہے۔فرماتے ہیں :

تبسم بر لب است وچشم پُرنم

بدین دوحرف ازمن داستان است

ابن احسن بزمؔی راجستھان کے فارسی شاعروں میں ادبی، علمی، فنی اعتبار سے ایک ایسے شاعر تھے جو راجستھان میں فارسی شاعری کے پاسبان تھے۔

☆

حمد

حمد ایک عربی لفظ ہے جس کے معنیٰ تعریف بیان کرنا ہیں۔

حمد اصطلاح میں اس نظم کو کہتے ہیں جس میں خدا کی تعریف بیان کی جائے اس کی ذات و صفات کا تذکرہ کیا جائے اس کے کمالات کو شعر کے پیکر میں ڈھال کر پیش کیا جائے۔

حمد میں شاعر اپنے پروردگار مالک دوجہاں کے اوصاف جلال و عظمت و بزرگی کا ذکر کرتا ہے اس کی قدرت کاملہ اور بندوں پر کی جانے والی نعمتوں کا ذکر اس کے پیش نظر ہوتا ہے۔ حمد کے ذریعہ اس بات کو بیان کرنا مقصود ہوتا ہے کہ اللہ کی ذات ستودہ صفات ہے تمام اچھائیوں کا مجموعہ اور برائیوں سے پاک وصاف ہے ہر اچھی صفت اس کے ساتھ لاحق ہے اور ہر بری صفت سے وہ مبّرا ومنزہ ہے، ہم سب اس کی نعمتوں کے سایہ میں زندگی گذار رہے ہیں ہمارا وجود اس کا رہین منت اور ہماری زندگی اس کے احسان کا پرتو ہے۔

☆

(i) حمد بزمیؔ ٹونکی

جُزرہِ شوقِ دل باو راہِ دگرنمی رسد
ای زہی جادۂ نظر حیف مگرنمی رسد

کثرتِ نورِمظہرش پاسِ جمالِ او کند
تا بجمالِ ذاتِ اوموجِ نظرنمی رسد

رنگِ وفا نمی شود در خورِ التفاتِ او
تا بسرشکِ اہلِ دل خونِ جگرنمی رسد

سبزاگرنمی شود شاخِ طلب زخونِ دل
دستِ سوالِ طالبان تابہ ثمرنمی رسد

گرنہ شود ز ماسوادور گدا گرِ عطا
برسرِ آستانِ او کاسئہ سرنمی رسد

غوطہ زن است عالمی دریمِ عشقِ اومگر
پیشِ زیانِ جان کسی تا بگہرنمی رسد

صورتِ معنویٔ او صاف ندید ہیچ کس
برسرِ بامِ رفعتش ہیچ نظرنمی رسد

خیرہ شودنظر چنان تیرہ شود ہمہ جہان
عشرتِ شامِ وصلِ او تا بسحرنمی رسد

بزمیؔ اگرنمی شودشاملِ شوقِ فیض او
حرفِ ثنا بجامۂ اہلِ ہنرنمی رسد

☆